ماہنامہ

دخترانِ اسلام لاہور

جولائی 2021ء

طوافِ کعبہ کی شرطِ قبولیت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

عید الاضحٰی کی فضیلت

شعائر اللہ کی عظمت و تعظیم

اہدافِ دعوت و تعلق باللہ کی بحالی

مقصدِ حیات کا شعور

پاکستان میں 70 لاکھ افراد بے روزگار ہیں

پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام شہدائے ماڈل ٹاؤن کی 7 ویں برسی کے موقع پر احتجاجی ریلی (پریس کلب لاہور)

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

جلد: 28 شمارہ: 7 / ذوالقعدہ / ذوالحج ۱۴۴۲ھ / جولائی 2021ء

ایڈیٹر
اُم حبیبہ اسماعیل

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، ہادیہ خان، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام —— فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ

(اسلامی ملک پاکستان میں خودکشی کا بڑھتا ہوا رجحان)		4
فکرِ شیخ الاسلام: طوافِ کعبہ کی شرطِ قبولیت	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
شعائر اللہ کی عظمت و تعظیم	ڈاکٹر فرخ سہیل	9
مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ	روبینہ عباس	12
مقصدِ حیات کا شعور	ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی	15
اہدافِ دعوت و تعلق باللہ کی بحالی	مرتبہ: اقراء مبین	19
عیدالاضحیٰ کی فضیلت و اہمیت	حافظہ سحر عنبرین	23
انسان پیدائش سے موت تک جماعتی نظم کا محتاج ہے	تحریم رفعت	27
فنی تعلیم کے فروغ کا عالمی دن	سعدیہ محمود	30
ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ	سعدیہ کریم	33
گلدستہ: لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرو	مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین	36
آپ کی صحت: بیج اور ان کے غذائی فوائد	ویشاء وحید	38
الفیوضات المحمدیہ		39

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرق وسطی، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیل زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ 35/- روپے

سالانہ خریداری 350/- روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ط وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ. اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ. اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ ط فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ. اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

(النحل، ۱۶: ۴۴ تا ۴۷)

’’(انہیں بھی) واضح دلائل اور کتابوں کے ساتھ (بھیجا تھا)، اور (اے نبیِ مکرّم!) ہم نے آپ کی طرف ذکرِ عظیم (قرآن) نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لیے وہ (پیغام اور احکام) خوب واضح کر دیں جو ان کی طرف اتارے گئے ہیں اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ کیا وہ بُرے مکر و فریب کرنے والے لوگ اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا (کسی) ایسی جگہ سے ان پر عذاب بھیج دے جس کا انہیں کوئی خیال بھی نہ ہو۔ یا ان کی نقل و حرکت (سفر اور شغلِ تجارت) کے دوران ہی انہیں پکڑ لے سو وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ یا انہیں ان کے خوف زدہ ہونے پر پکڑ لے، تو بے شک تمہارا رب بڑا شفیق نہایت مہربان ہے‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً. يُعْطَى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزَى بِهَا فِي الْآخِرَةِ. وَأَمَّا الْكَافِرُ، فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا تَرْتَدُّوْا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کے حوالے سے مومن پر ظلم نہیں فرماتا۔ دنیا میں بھی اس (مومن) کو اس (نیکی) کا اجر دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا اجر دیا جاتا ہے۔ رہا کافر تو اس نے دنیا میں جو اللہ تعالیٰ کے لئے نیکیاں کی ہیں ان کا اجر اسے دنیا میں ہی دے دیا جائے گا اور جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کی اسے جزا دی جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ تم میں سے بعض، بعض کی گردنیں اڑانے لگیں‘‘۔

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۱۳۵)

تعبیر

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا:

مسلم! ہم چاہتے ہیں کہ آپ خود دار لوگوں کی طرح اپنے پیروں پر کھڑے ہوجائیں۔ اپنے ملکی وسائل کو ترقی دیں اوراپنی خوبیوں کواجاگرکریں۔

(خطاب کوئٹہ میونسپلٹی استقبالیہ، 15 جون 1948ء)

خواب

عجب مزا ہے، مجھے لذتِ خودی دے کر
وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں
ضمیرِ پاک و نگاہِ بلند و مستیِ شوق
نہ مال و دولتِ قارون، نہ فکرِ افلاطون

(کلیاتِ اقبال، بالِ جبریل،ص:577)

تکمیل

آج معاشرہ میں برداشت نہیں یہاں کوئی شخص دوسرے کو برداشت نہیں کرتا۔ کوئی کسی کا اپنے بارے میں اختلاف نہیں سنتا۔ ہر شخص بھڑک اٹھتا ہے۔ ہر شخص جلال میں آجاتا ہے لیکن اس کے برعکس یورپ میں دیکھا جائے تو وہ لوگ ٹھنڈے مزاج کے ہیں۔ اختلاف بھی کرتے ہیں اور سنتے بھی ہیں۔ ایک دوسرے کو برداشت بھی کرتے ہیں۔ غصہ نہیں کرتے۔ اپنی بات کہنے کے بعد دوسرے کی سنتے بھی ہیں لیکن پاکستان میں صورتحال اس کے برعکس ہے اگر برداشت کا مادہ ہو تو معاشرہ میں اخلاقی قدریں جنم لیتی ہیں۔ لوگ کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ جس سے اچھی باتیں اجاگر ہوتی ہیں۔ پس ایسا ہر معاشرہ میں ہونا چاہیے منہاج القرآن کے رفقاء و کارکنان کو اس کلچر کو بطور خاص فروغ دینا چاہیے۔

(خطاب بعنوان: جمہوریت اور وسعت ظرفی، جون 2009ء)

اداریہ

اسلامی ملک پاکستان میں خودکشی کا بڑھتا ہوا رجحان

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن نے گزشتہ 8 سال کے اعداد و شمار میں بتایا ہے کہ پاکستان میں اوسطاً سالانہ 13 ہزار 377 خودکشی کے واقعات ہوتے ہیں۔ خودکشی کرنے والوں میں 7 ہزار کے لگ بھگ خواتین اور 6 ہزار کے قریب مرد خودکشی کرتے ہیں۔ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مردوں کی نسبت خواتین میں خودکشی کرنے کا رجحان 20 گنا زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کا رجحان بھی بتدریج بڑھ رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق 75 فیصد واقعات میں دماغی امراض کا شکار افراد خودکشی کرتے ہیں۔ اسلامی ملک پاکستان میں خودکشی کرنے اور اس ضمن میں خود کو نقصان پہنچانے کی کوشش کے واقعات میں اضافہ لمحہ فکریہ ہے۔ اگرچہ اس انتہائی اقدام کے پیچھے کچھ سماجی، معاشی، عائلی، معاشرتی مسائل ہوتے ہیں تاہم وجہ کوئی بھی ہو جان لینے یا جان لینے کی کوشش کے اس انتہائی عمل کی اسلام اور ملکی قوانین میں کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ یہ عمل قانونی اعتبار سے قابل گرفت ہے۔ خودکشی کے واقعات میں اضافہ کے سوال پر مختلف بین الاقوامی تنظیمات جب سرکاری اداروں سے ان کی وجوہات اور متعلقہ اعداد و شمار جاننے کی کوشش کرتی ہیں تو ہمارے اداروں کی جانب سے اس سوال کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ عمل غیر قانونی اور قابل سزا جرم ہے اور ہم ایسے افراد کو قانون کا حوالہ دے کر ڈراتے اور اس انتہائی عمل سے دور رہنے پر آگاہ کرتے ہیں اور جو شخص خودکشی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے ایک سال قید کی سزا ہے۔ یہ سرکاری موقف مضحکہ خیز سا ہے جو شخص کسی بھی وجہ سے اپنی جان لینے کی کوشش کرتا ہے اُسے آپ ایک سال کی قید کی سزا کا ڈروا دے کر اُسے اس انتہائی ارادے سے باز نہیں رکھ سکتے۔

مغربی ممالک میں جب کوئی سماجی یا طبی مسئلہ تواتر کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو وہاں کے طبی، نفسیاتی ماہرین سر جوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور تدارک کے لئے لائحہ عمل طے کرتے ہیں۔ ظاہر ہے ہر مسئلہ کے پیچھے کچھ محرکات ہوتے ہیں، جب تک آپ ان محرکات کا تدارک نہیں کر لیتے تب تک اصل بیماری کو جڑ سے نہیں کاٹا جا سکتا۔ خودکشی کرنا یا اس کا ارادہ کرنا یا اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کوشش کرنا یہ محض اتفاق نہیں ہو سکتا۔ اس رجحان کے جنم لینے اور پختہ ہونے کے پیچھے متعدد سماجی، عائلی، خاندانی، نفسیاتی مسائل ہوتے ہیں۔ تھرڈ ورلڈ میں آفات کو آسمان کی بلا سمجھ کر اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالا جاتا ہے اور ہر بڑے نقصان کو اللہ کی رضا سمجھ کر قبول کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ مسائل کا حل موجود ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں معاشرتی سائنس کے مضمون کو سرے سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے کوئی باقاعدہ ڈیپارٹمنٹ یا کوئی ادارہ موجود نہیں ہے کہ اس کا فوراً حل تجویز کیا جا سکے۔ ابھی حال ہی میں کورونا وائرس کی وباء آئی جب یہ وباء اپنی شدت پر تھی تو حکومت کی ساری توجہ اس سے بچنے کے لئے ایس او پیز پر عملدرآمد کروانے پر تھی، کاروباری سرگرمیاں مکمل طور پر التواء کا شکار ہو گئی تھیں۔ سرکاری دفاتر بھی بند تھے۔ ملک کی آبادی کا ایک بڑا حصہ گھروں میں مقید ہو کر رہ گیا۔ اب کسی حکومتی ادارے کی طرف سے اس فراغت کے نتیجے میں جنم لینے والے گھریلو مسائل پر توجہ نہیں دی، البتہ اس حوالے سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے لیکچرز کی سیریز ریکارڈ کروائی اور عامۃ الناس کو ایجوکیٹ کیا کہ اینگر مینجمنٹ کیسے کرنی ہے؟ اور بیروزگاری کے نتیجے میں جنم لینے والے نفسیاتی اور گھریلو مسائل کو کیسے ہینڈل کرنا ہے، اسی طرح ہر مسئلے پر ملکی اداروں کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے اور خودکشی جیسے مسئلہ کو ہینڈل کرنے کے لئے بھی ماہرین کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے۔ خودکشی کے رجحان کی روک تھام کے لئے ایک ذمہ داری حکومت کی ہے کہ وہ بیروزگاری جیسے مسائل کو کم کرنے کے لئے اقدامات کرے، دوئم صحت کے شعبہ کو فعال بنائے، دوسرا علمائے کرام اور مذہبی، سماجی تنظیموں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی اخلاقی تربیت اور اصلاح احوال پر توجہ دیں۔ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے غور و فکر اور بات چیت کے نتیجے میں جس کا کوئی قابل قبول حل نہ نکالا جا سکے۔

فکرِ شیخ الاسلام

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی۔۔۔ سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی

طوافِ کعبہ کی شرطِ قبولیت

اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی ہر آزمائش میں کامیابی کی گواہی دی

خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا. (البقرہ،۲: ۱۲۷)

”اور (یاد کرو) جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (تو دونوں دعا کر رہے تھے) کہ اے ہمارے رب! تو ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما لے۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت سی باتوں میں آزمائش کی جتنی باتوں میں آزمایا گیا انہوں نے وہ ساری باتیں پوری کردی۔ ان میں سے ایک آزمائش یہ بھی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وطن سے نکلے جبکہ ان کا اصل وطن عراق تھا۔ عراق میں ایک جگہ بابل ہے جو نمرودوں کا پایہ تخت تھا۔ نمرود ان کے بادشاہوں کا ٹائیٹل تھا جیسے مصر کے بادشاہوں کا ٹائیٹل پرانے وقتوں میں فرعون تھا۔ کئی فرعون ہوگزرے انہیں فراعین مصر کہتے ہیں اس طرح نمرود تھا اس کے پاس بابل کی بادشاہت تھی۔ انسان کی معلوم تاریخ بابل سے شروع ہوتی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل سے نکلنے سے قبل نمرود کے پاس تھے۔ نمرود نے آگ جلوائی اور آپ کو اس میں ڈال دیا تو شعلے اس قدر بھڑک اٹھے۔

اگر اس آگ کے قریب بھی انسانی جسم آئے تو سلامت نہ بچے حضرت ابراہیمؑ آگ میں کود گئے۔ اللہ کا امر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو فرمایا:

يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ۔

”اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سراپا سلامتی ہو جا۔“ (الانبیاء،۲۱: ۶۹)

ہمارے ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہوجا تاکہ تو جلا نہ سکے۔ سلامتی والی ہوجا۔ اتنی ٹھنڈی نہ ہو جا کہ ٹھٹھرنے ہی لگ جائیں۔ ایسی ٹھنڈی ہو کہ انہیں سکون اور حفاظت بھی ہو۔ فرشتے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ حکم دیں تو میں آگ بجھادوں۔ فرمایا پھر آزمائش کیسی؟ میرے حکم سے تو بجھا ڈالو لیکن اللہ کی جو آزمائش ہے وہ کیسے پوری ہوگی؟ فرمایا جلنے دو پھر اس میں کامیاب ہوگئے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بابل سے سیریا میں آئے۔ سیریا میں ایک جگہ حلب ہے اسی سے حلیب ہے اس کا تعلق دردھ سے ہے۔ آپ کے پاس بکریوں کا بہت بڑا ریوڑ تھا۔ آپ علیہ السلام بکریوں کا دودھ دوہ کر مہمانوں کو پلاتے تھے۔ اسی کی وجہ سے اس شہر کا نام حلب پڑ گیا۔ دودھ والا شہر۔ اس شہر کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ حلب میں ایک پتھر بھی موجود ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کے نشان لگے ہوئے ہیں۔ اس پتھر کے بارے میں تاریخی طور پر تصدیق نہیں کرسکتے مگر جو مصدقہ قرآن کی تصدیق سے ہے وہ مقام ابراہیم ہے جو کعبۃ اللہ میں ہے۔ پھر بیت المقدس چلے گئے وہاں چند میل کے فاصلہ پر

ایک جگہ الخلیل ہے وہی پر آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کا مزار بھی وہاں پر ہے۔ پس پیدائش بابل کے علاقے عراق میں اور وفات ومزار فلسطین میں ہے اس کا پرانا نام کعنان تھا۔ ہجرت بڑی آزمائش ہوتی جس میں آپ پورا اترے۔ آپ علیہ السلام کی پہلی زوجہ حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا تھی ان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اور حضرت سائرہ سلام اللہ علیہا سے اسحاق علیہ السلام تھے۔ اللہ کا امر ہوا کہ اپنی زوجہ اور اپنے بیٹے دونوں کو ہجرت کروادیں یہ آزمائش تھی لیکن آزمائش کے پیچھے ایک راز الٰہی کارفرما تھا۔

میرے گھر کو اب سارے پتھروں سے پاک کردو۔ 360 اٹھا کر پھینک دیئے جب اس پتھر کی باری آئی فرمایا: 360 پتھروں کو نکال پھینکنا توحید ہے فرمایا مقام ابرہیم کو برقرار رکھنا توحید ہے

آپ علیہ السلام اپنی زوجہ اور بیٹے کو مکہ کی ایک وادی بے آب و گیاہ ریگستان میں چھوڑ آئے جہاں نہ آبادی، نہ پانی نہ مخلوق بلکہ خشک پہاڑ تھے پھر کبھی کبھی ان کے جوان ہونے تک سال میں ایک مرتبہ جاکر مل آتے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام معصوم بچہ تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بھی معلوم تھا کہ پیغمبر بھی بننے والا ہیں اور پیغمبر بھی وہ جس کی نسل سے پیدا محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہونے والے ہیں۔ جب پیغمبر کو آزمائش کا حکم دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو یہ بھی ودیعت کردیتا ہے کہ کیا ہونے والا ہے؟ اس میں بھی آپؑ پورا اترے۔

پھر بیٹے کی آزمائش آگئی جو بڑی کڑی آزمائش تھی۔ سب آزمائشوں سے انتہا کی آزمائش تھی۔ ذبح کا حکم آگیا پوچھا: اے بیٹے تیرا کیا خیال ہے؟ عرض کیا:

قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ. (الصافات،۳۷: ۱۰۲)

”(اسماعیل ؑ نے) کہا ابا جان! وہ کام (فوراً) کرڈالیے جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔“

انہوں نے تو ذبح کرڈالا پھر اللہ پاک نے بدل کر فدیہ کردیا۔ پس سنت ابراہیمی کے تحت دنبہ ذبح ہوگیا۔ سنت ابراہیمی کو سنت خلیل بنادیا۔ اللہ کے دوست کی سنت۔ پیغمبر کا خواب وحی ہوتا ہے۔ جبکہ مومنوں کا خواب رہنمائی ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا اللہ کا حکم ہے تیری کیا رائے ہے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا: میں صبر کروں گا۔ نہ صبر کی بات کی اور نہ صبر کی نسبت اپنی طرف کی بلکہ زمرہ صابرین کا ذکر کیا جو صبر کرنے والے لوگ ہیں، صبر کرنے والوں کو یاد کیا۔ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔کتنا عاجزانہ اور مودبانہ جواب دیا اس جواب میں ادب کا کمال ہے۔ ان شاء اللہ کہا کہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔اس کو علامہ اقبال نے کہا کہ

یہ فیضان نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی

اللہ پاک کا ارشاد ہے: اے حبیب ﷺ وہ وقت یاد کریں۔ آپ ﷺ کی وساطت سے آپ کی امت وہ وقت یاد کرے جب اللہ پاک نے حضرت ابراہیمؑ کو بہت سی باتوں میں آزمایا جب وہ کامیاب ہوگئے تو اللہ رب العزت نے فرمایا اے ابراہیم! ہم نے ٹیسٹ کرلیا آپ تمام امتحانوں میں کامیاب ہوگئے۔

اب میں نے آپ کو امامت کے منصب پر فائز کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کوئی بڑا منصب عطا کرنا چاہتے ہیں تو آزمائش فرماتے ہیں۔ جب کامیابی ہوتی ہے تب اللہ کی نعمت پیشوائی نصیب ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا مولا! میری اولاد کو بھی امامت عطا کرے گا۔ اس سے پتہ چلا کہ امام و پیشوائی بڑی نعمت ہے اور اولاد کے لیے طلب کرنا سنت ابراہیمیؑ ہے۔ جب اولاد کے لیے امام و پیشوائی مانگی تو صاف ظاہر ہے کہ پھر اہلیت بھی مانگی جارہی ہے پھر انہیں لائق بھی بنا۔ عرض کیا میری اولاد کو بھی امامت دے گا فرمایا: ہاں تیری اولاد کو بھی دوں گا۔ اس لیے کہ سب سے بڑے امام و پیشوا تیری اولاد میں آنے والے ہیں۔ لیکن میرا یہ وعدہ اور

نعمت ظالموں کو نصیب نہیں ہوگئی۔

امامت دو طرح کی ہوتی ہے ایک امامت روحانی ہے دوسری امامت سیاسی ہے۔

سیاسی امامت اس کا معنی امام بمعنی حکومت و سلطنت ہے۔ وہ ظالموں کو بھی ملی۔ یزید غاصب حکمران بنا بڑے بڑے فاسق و فاجر حکمران بھی آئے۔ بڑے بڑے خون خوار، ظالم بھی حکمران بنے یہاں جس امامت کا وعدہ ہورہا ہے وہ امامت سلطنت نہیں بلکہ امامت ولایت ہے۔ امامت ولایت کبھی ظالموں کو نہیں جاتی جبکہ امام سلطنت کبھی ظالموں کو جاتی ہے، کبھی نیک لوگوں کو جاتی ہے وہ دونوں لوگوں کو جاتی ہے اس میں عبدالعزیز جیسے بھی آئے ہیں اورنگزیب جیسے بھی آئے ہیں جو امامت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں دینے کا وعدہ فرمایا۔ وہ امامت ولایت ہے۔

وہ دن بھی یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو رجوع اور اجتماع کا مرکز بنایا تو باپ اور بیٹے نے مل کر کعبۃ اللہ تعمیر کیا۔ جب کعبۃ اللہ تعمیر کیا تھا تو کعبہ زمین پر ظاہراً موجود نہ تھا۔ جب بنیادیں کھودی تو یہ وہ جگہ تھی جہاں حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا تھا مگر طوفان نوح علیہ السلام میں سب کچھ مٹ گیا۔ کعبہ دوبارہ تعمیر نہیں ہوا بلکہ انتظار میں رہا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کردہ کعبہ کی بنیادیں کھودیں اور کعبہ کو لوگوں کے اجتماع کا مرکز بنایا۔ جس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوکر کعبۃ اللہ تعمیر کررہے تھے جوں جوں تعمیر اوپر ہوتی تھی۔ پتھر اوپر اٹھتا چلا جاتا تھا۔

باپ اور بیٹے نے کعبۃ اللہ تعمیر کیا۔ جب تعمیر کرچکے تو اسی پتھر پر کھڑے ہوکر ابراہیم السلام نے عرض کیا باری تعالیٰ ہم نے کعبہ تعمیر کردیا ہمیں مزدوری دے دے۔ وہ ایک یہ کہ اس شہر کے پھل کبھی ختم نہ ہوں۔ ہر مومن کو پھل اور رزق ملتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ابراہیم تیری دعا قبول کی جب میرے اس شہر کا رزق ہے صرف مومن ہی کیوں کھائے غیر مومن آئے گا وہ بھی کھائے گا۔

جس پتھر پر ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان ثبت ہیں۔ اس کو تم اپنی جائے نماز بناؤ۔ کسی کا حج اور طواف مکمل نہیں ہوتا جب تک اس پتھر کے سامنے کھڑے ہوکر دو رکعت نفل ادا نہ کرلیں یہ دو رکعت نفل شکرانہ ہے دعائے ولادت مصطفیٰ ﷺ

اشارہ اس امر کی طرف تھا ساری دنیا کھائے گی۔ شرق سے غرب تک پوری دنیا اس سے تھوڑا یا زیادہ کھائے گی۔ دوسری دعا کی مولاً جو تونے امت مسلمہ بنانی ہے۔ میرے اولاد میں بنادے۔ تیسری دعا یہ کہ ہر کوئی حضرت آدم علیہ السلام سے بتاتا چلا آرہا ہے تیرے محبوب نے آنا ہے۔ باری تعالیٰ میری آخری دعا یہ ہے اس محبوب کو بھی میری اولاد میں پیدا فرما۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ.

(البقرہ،۲: ۱۲۹)

''اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (ﷺ) مبعوث فرما۔''

اپنے محبوب کو بھی میری نسل سے پیدا کر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کا اپنی نسل سے پیدا ہونا کیوں مانگا؟

وہ اس لیے مانگا کہ میں قیامت کے دن حضور علیہ السلام کا دادا کہلاؤں۔ ہر پیغمبر آرہا ہوگا تو اس کی کوئی خاصیت ہوگی، پہچان ہوگی کہ یہ کون ہیں؟ یہ فلاں نبی کے باپ ہیں۔ ہر کوئی کسی کی نسل سے ہوگا۔ جب حضور علیہ السلام آئیں گے تو کوئی پوچھے گا یہ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد ﷺ کا دادا۔ دنیا جانے گی۔ محمد ﷺ کا دادا ہے۔

اللہ پاک نے فرمایا: براہیم تو نے یہاں کھڑے ہوکر تین چیزیں مانگی میں نے تجھے تینوں عطا کردیں۔ جب پتھر سے اترے تو پتھر پگھل چکا تھا۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے مجھ سے اس پتھر پر کھڑے ہوکر مجھ سے میرا محبوب مانگا ہے۔ میں نے تیرے قدموں کو ثبت کرکے تیری دعا کا نشان بنادیا ہے۔ قیامت تک دنیا کو یاد رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم اس پتھر پر لگے ہیں۔ جس پتھر پر کھڑے ہوکر مصطفیٰ ﷺ کو مانگا گیا تھا

علیہ السلام کے دونوں قدموں کے نشان ثبت تھے۔ باری تعالیٰ تعالیٰ یہ کیا ہوگیا پتھر پر میرے قدموں کے نشان جم گئے ہیں؟ عرض کیا: مولا! یہ کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے مجھ سے اس پتھر پر کھڑے ہوکر مجھ سے میرا محبوب مانگا ہے۔ میں نے تیرے قدموں کو ثبت کرکے تیری دعا کا نشان بنادیا ہے تاکہ قیامت تک دنیا کو یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم اس پتھر پر لگے ہیں۔ جس پتھر پر کھڑے ہوکر مصطفیٰ ﷺ کو مانگا گیا تھا۔

جب ابراہیم علیہ السلام جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابراہیم! ادھر آؤ۔ عرض کیا: باری تعالیٰ کیا بات ہے فرمایا: تو نے میرا گھر تو بنالیا۔ تجھے یہ اندازا نہیں اس پتھر کی اہمیت کیا ہے؟ میرا محبوب تو نے اس پتھر پر کھڑے ہوکر مانگا۔ میں نے تیرے قدم اس پتھر پر ثبت کردیئے۔ عرض کیا باری تعالیٰ کیا کروں؟ فرمایا: لوگ طواف اس کعبہ کا کریں گے۔ اس پتھر کو اس کعبہ کے صحن میں گاڑھ دو۔ عرض کیا: کیوں؟ فرمایا: تاکہ لوگ آکر میرے گھر کا طواف کریں۔ میں طواف اس وقت تک قبول نہیں کروں گا جب تک اس نشان والے پتھر کے سامنے کھڑے ہوکر دو رکعت نماز نہ پڑھ لیں اس پتھر کا نام مقام ابراہیم رکھ دیا فرمایا:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۔

’’اور (حکم دیا کہ) ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقامِ نماز بنا لو‘‘ (البقرہ،۲:۱۲۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کا عروج یہ ہے جس پتھر پر کھڑے ہوکر ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی جس پتھر پر ان کے قدموں کے نشان ثبت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کو تم اپنی جائے نماز بناؤ۔ کسی کا حج اور طواف مکمل نہیں ہوتا جب تک اس پتھر کے سامنے کھڑے ہوکر دو رکعت نفل ادا نہ کرلیں یہ دو رکعت نفل شکرانہ ہے دعائے ولادت مصطفیٰ ﷺ کا۔

جب آقا علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے اور مکہ فتح ہوگیا 360 بت کعبہ کے صحن میں تھے۔ اس میں 1 پتھر مقام ابراہیمؑ بھی تھا۔ جس پر حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کے نشان تھے۔ کل 361 پتھر تھے۔ فرمایا: اب توحید کا راج ہوگا۔ توحید یہ ہے کہ میرے گھر کو اب سارے پتھروں سے پاک کردو۔ 360 اٹھا کر پھینک دیئے جب اس پتھر کی باری آئی فرمایا: 360 پتھروں کو نکال پھینکنا توحید ہے جبکہ اس پتھر کو برقرار رکھنا توحید ہے۔

کبھی پتھروں سے گھر کو پاک کرنا توحید ہے کبھی ایک پتھر تیرے گھر میں گاڑھ دینا توحید ہے۔ کبھی پتھر نکالنا توحید ہے، کبھی پتھر کے سامنے نفل پڑھنا توحید ہے۔ عرض کیا باری تعالیٰ: تیرا نظام کیا ہے؟ فرمایا: ان پتھروں کی نسبت میرے محبوب سے نہ تھی، بتوں سے تھی وہ شرک ہوگا جبکہ مقام ابراہیم پتھر کی نسبت میرے محبوب سے تھی۔ یہ پتھر ہوکر بھی توحید ہوگیا۔ سارے پتھروں کو لاتعلق کردیا۔ گلیوں میں پھینک دیا فرمایا: دو پتھر ایسے ہیں۔ اک پتھر کو کعبہ کی دیوار میں گاڑھ دو۔ فرمایا: جب طواف کرو چوما کرو۔ ایک پتھر حالت نماز میں سامنے رکھا جارہا ہے کہ اس کے سامنے کھڑے ہوکر نفل ادا کرو۔ کہیں پتھروں کو چومنا توحید ہے، کہیں پتھروں کا احترام کرنا توحید ہے، کہیں پتھروں کو اٹھا کر پھینک دینا توحید ہے۔ پتہ چلا توحید ایک طرح کی نہیں ہوتی جو بغیر نسبت کے ہو ان کو نکال دینا توحید ہوتا ہے۔ نسبت والے ہوں تو سینے سے لگا رکھنا توحید ہے۔

☆☆☆☆☆

شعائر اللہ کی عظمت و تعظیم

حج کے تمام مناسک کا شمار شعائر اللہ میں ہوتا ہے

شعائر اللہ کی تعظیم بجا لانے والے دل تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں

ڈاکٹر فرخ سہیل

ذٰلِکَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ. (الحج، ۲۲: ۳۲)

’’یہی (حکم) ہے اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے (یعنی ان جانداروں، یادگاروں، مقامات، احکام اور مناسک وغیرہ کی تعظیم جو اللہ یا اللہ والوں کے ساتھ کسی اچھی نسبت یا تعلق کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں) تو یہ (تعظیم) دلوں کے تقویٰ میں سے ہے (یہ تعظیم وہی لوگ بجا لاتے ہیں جن کے دلوں کو تقویٰ نصیب ہوگیا ہو)‘‘۔

شعائر اللہ کی عظمت اور تعظیم و تکریم کو ملحوظ رکھنے والا اللہ کے نزدیک ایسا مقام رکھتا ہے کہ پروردگار اسے متقی کے نام سے یاد کرتا ہے اور حج کے مناسک کے ساتھ جو شعائر منسوب ہیں ان میں صفا و مروہ کی پہاڑیاں اور قربانی کے جانور شامل ہیں اور ان میں سے مذکور پہاڑیاں اگر اپنی نوعیت کے اعتبار سے عام پتھروں کی حیثیت رکھتی ہیں لیکن اللہ نے انہیں شعائر اللہ صرف اس لیے قرار دیا کہ ان کی نسبت پروردگار کے منظور نظر محبوب بندوں کی طرف ہے کہ جن کے ساتھ عشق الٰہی کی داستان منسوب ہے اور ان محبوبان پروردگار میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام جو کہ جدالانبیاء کہلائے ہیں داستان عشق خداوندی اور پروردگار کی طرف سے امتحان و آزمائش میں اس طرح پورے اترے کہ پروردگار پکار اٹھے کہ

یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ.

’’اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سراپا سلامتی ہو جا‘‘۔ (الانبیاء، ۲۱:۶۹)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی اگلی منزل پروردگار کا وہ حکم تھا جو ان کی ذات سے نکل کر ان کی زوجہ اور شیر خوار بیٹے پر بھی منطبق ہوا جس میں پروردگار نے اپنے محبوب بندے کو حکم دیا کہ اپنے شیر خوار بیٹے اور اپنی زوجہ کو بے آب و گیاہ ویرانے میں چھوڑ آؤ اور اس عاشق الٰہی نے اس امتحان کو بھی کامیابی سے پاس کرلیا۔

جدالانبیاء ابراہیم علیہ السلام کا اگلا امتحان اس وقت شروع ہوا جب پروردگار کی طرف سے حکم ہوا کہ میری رضا کی خاطر اپنے پیارے بیٹے کو میرے لیے قربان کردو اور اس قربانی کے حکم پر بھی باپ کے ساتھ ساتھ بیٹے نے بھی سر تسلیم خم کردیا

حج کے دوران کیے جانے والے تمام اعمال ایسے ہیں کہ جن کا انسانی عقل اور فہم سے کوئی واسطہ نہیں اور ویسے بھی بظاہر عبادت سے بھی ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا لیکن پروردگار نے اپنے محبوب بندوں کی یاد میں انہیں اپنی نشانیاں قرار دیا

اولاد ابراہیم اس وادی غیر ذی زرع میں پھلی پھولی اور پھر ایک مقام آیا کہ پروردگار نے اس وادی کو اپنے گھر کے لیے منتخب کرلیا اور خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر جاری ہوگئی ابراہیم علیہ السلام جب اس عمارت کی دیواریں اٹھا رہے تھے تو ان کے نکلنے والی دعاؤں کو اس طرح قبول فرمایا کہ ان کی نسل میں سے نبی آخرالزماں کو مبعوث فرمایا اور یوں کعبۃ اللہ مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا۔

جدالانبیاء ابراہیم علیہ السلام کا اگلا امتحان اس وقت شروع ہوا پروردگار کی طرف سے حکم ہوا کہ میری رضا کی خاطر اپنے پیارے بیٹے کو میرے لیے قربان کردو اور اس قربانی کے حکم پر بھی باپ کے ساتھ ساتھ بیٹے نے بھی سرِتسلیم خم کردیا اور یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ لازوال قربانی رب کے ہاں اس طرح مقبول و منظور ہوئی کہ پروردگار فرماتا ہے کہ

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ. وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ.

’’اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ اِس کا فدیہ کردیا۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کا ذکرِ خیر برقرار رکھا۔‘‘ (الصافات، ۳۷: ۱۰۷، ۱۰۸)

پروردگار عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقرر کردہ حج کے طریقوں کو امت مسلمہ کے لیے بھی فرض قرار دیا اور دور جاہلیت کے مناسک اور حج کے طریقوں میں جو تحریف اور تبدیلی کی جانے لگی تھی ان تمام باطل رسوم کو یکسر پابندی عائد کرتے ہوئے دین ابراہیمی کی سنت کو نافذ کردیا اور فتح مکہ کے ایک سال بعد ۹ ہجری میں حج کو فرضیت کے ساتھ رائج کردیا۔ جہاں تک حج کے مناسک و ارکان اور فرائض کی بجا آوری کا تعلق ہے تو اس میں جدالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو بنیادی اور مرکزی اہمیت حاصل ہے اور یہ دور بھی ابراہیم علیہ السلام کے نبوت کے دور سے شمار کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ یہ بھی کہ آپ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جدالانبیاء کہلائے جس کی خصوصیت قابل ذکر ہے۔ آپ کی اولاد میں سے بنی اسرائیل بہت سے جلیل القدر انبیاء مبعوث ہوئے اور پھر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ہوئی جو کہ نبی بنی اسماعیل میں سے منتخب شدہ تھے اور یوں حج سے متعلق شعائر و مناسک تاریخی سفر طے کرتے ہوئے امت محمدی تک پہنچے۔

جہاں تک حج کے تمام مناسک کا تعلق ہے تو ان کا شمار شعائر اللہ میں ہوتا ہے جو کہ اس زمین پر اللہ کی مقرر کردہ نشانیاں ہیں اور ہم انسان جہاں پر اپنے بزرگوں کی نشانیوں سے محبت کرتے ہیں ان سے عقیدت رکھتے ہیں تو پروردگار کی نشانیاں تو بہت عظیم مرتبہ و مقام رکھتی ہیں۔ اور اسی بناء پر ہی پروردگار نے ان نشانیوں کی تعظیم کو دلوں کے تقویٰ کا مقام بخشا۔ اپنے پروردگار کی نشانیوں کی تعظیم کرنے والے مومن دل تقویٰ سے سرفراز ہوتے ہیں اور یہ عبادت کی عظیم معراج ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کے احکامات کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ اس کی مقرر کردہ نشانیوں کی بھی تکریم و تعظیم بجا لائے اور اس کے جواب میں پروردگار بھی اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے کہ میرے بندے صرف میرے احکامات ہی نہیں بجا لاتے بلکہ میری مقرر کردہ نشانیوں کی بھی تعظیم کرتے ہیں۔

اگر ہم حج سے متعلق شعائر اللہ کا جائزہ لیں تو ہم

پر بخوبی یہ واضح ہوتا ہے کہ ہم اللہ کی بارگاہ میں پہنچ کر اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ لہذا انسان اپنے دنیاوی حلیے کو بدل کر دو بڑی چادروں کا لباس پہن لیتا ہے اور یہی سادہ لباس اس کے لیے سب سے پہلی نشانی بن جاتا ہے جس کا احترام اس پر لازم ہوجاتا ہے۔ اس کا دل مکمل طور پر بارگاہ ایزدی میں جھک جاتا ہے اور پھر پروردگار کے اس حکم پر عمل پیرا ہونا اس کے لیے لازم ہوجاتا ہے کہ اب دنیاوی زیب و زینت اس کے لیے منع ہوچکی ہیں یہاں تک کہ اسے اپنے بال اور ناخن ترشوانے کی اجازت بھی نہیں ملتی اور وہ لبیک اللھم لبیک کی صدائیں بلند کرتا گردو پیش سے بے خبر ہر حال میں پروردگار کی یاد میں محو ہوکر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوجاتا ہے عرفات کے میدان میں جانا میدان حشر کی یاد دلاتا ہے اور پھر وہاں سے مزدلفہ میں رات بھر جاگنا یہاں تک کہ سونا بھی عبادت سے کم نہیں ہوتا۔ مزدلفہ کا قیام بندے کو اس کی اصلیت سے آگاہی کا پیغام دیتا ہے کہ کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہیں ہوتی کہ کون سو رہا ہے کون جاگ رہا ہے اس کے اردگرد مرد ہیں یا خواتین وہ ان تمام محسوسات سے بے نیاز ہوکر اپنے دل کو اللہ کی یاد میں مستغرق کردیتا ہے۔ اسے اپنے چاروں طرف بس ایک ہی جلوہ نظر آتا ہے اور اپنے پروردگار کے حکم پر دیوانہ وار اپنے نفس کے شیطان کو کنکریاں مار کر کچلنے کی کوشش کرتا ہے۔ عشق و مستی میں دیوانہ وار خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے اور پھر صفا و مروہ کے درمیان تیز تیز چکر لگاتا ہے اور اس تمام عمل میں ایک لمحے کو بھی اس کی عقل اس کی عشق و سرمستی کے عمل کے درمیان حائل نہیں ہوتی اور اس سے اس وارفتگی پر سوال نہیں کرتی۔

اپنی ذات کو بارگاہ ایزدی میں مکمل طور پر ضم کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یوں اس کا یہ عمل عبادت کا درجہ اختیار

ہم انسان جہاں پر اپنے بزرگوں کی نشانیوں سے محبت کرتے ہیں ان سے عقیدت رکھتے ہیں تو پروردگار کی نشانیاں تو بہت عظیم مرتبہ و مقام رکھتی ہیں۔ اور اسی بناء پر ہی پروردگار نے ان نشانیوں کی تعظیم کو دلوں کے تقویٰ کا مقام بخشا

کرلیتا ہے۔ انسان کے یہ تمام اعمال دراصل اللہ کی مقرر کردہ نشانیوں کی عظمت و تعظیم کی مثال بن جاتے ہیں اور اسے وہ فضیلت عطا ہوتی ہے کہ جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا چکر لگائے۔''

حج کے دوران کیے جانے والے تمام اعمال ایسے ہیں کہ جن کا انسانی عقل اور فہم سے کوئی واسطہ نہیں اور ویسے بھی بظاہر عبادت سے بھی ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا لیکن پروردگار نے اپنے محبوب بندوں کی یاد میں انہیں اپنی نشانیاں قرار دیا جنہوں نے رب العزت کی خاطر لازوال قربانی کی مثال قائم کی تھی۔ پروردگار نے ان کی اس قربانی کو اپنی نشانیاں قرار دے کر امر کردیا اور اس عظیم قربانی کو ذبح عظیم قرار دیا۔

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ. وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ. (الصافات،۳۷:۱۰۷،۱۰۸)

''اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ اِس کا فدیہ کردیا۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کا ذکرِ خیر برقرار رکھا۔''

☆☆☆☆☆

مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ

ملک اور معاشروں کی بقاء قانون کی حکمرانی میں ہے

اسلامی معاشرے میں عدل و انصاف کو ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے

انصاف کی فراہمی کیلئے فیئر انویسٹی گیشن اور فیئر ٹرائل ناگزیر ہیں

روبینہ عباس

ظلم بچے جن رہا ہے کوچہ و بازار میں
عدل کو بھی صاحب اولاد ہونا چاہیے

کسی بھی معاشرے کی بقاء اور استحکام قانون کی حکمرانی اور بالادستی پر منحصر ہے۔ قانو کی اہمیت و افادیت سے کوئی باشعور شخص انکار نہیں کرسکتا، قوانین معاشرے اور ریاست کے درمیان تعلق کو مستحکم اور پائیدار بناتے ہیں بلکہ لاقانونیت کی وجہ سے معاشرہ برباد ہوجاتا ہے۔ انسان کی اصلاح اور معاشرے کی بقاء قانون کے عملی نفاذ کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ قانون کی حکمرانی کسی معاشرے کی بقاء کی اکائی ہے۔ انسانی تہذیب وتمدن میں قانون کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ انسان نے حالات و واقعات سے عہدہ برآہ ہونے کے لیے عقل و شعور کی مدد سے نئے نئے قوانین بنائے جن کا بنیادی مقصد حیوانی جبلت پر کنٹرول تھا۔ نیز قانون کی بالادستی اور عدل و انصاف کی فراہمی ہی معاشرے کی ضامن ہے۔

حضرت امام علیؓ کا قول ہے:

”کوئی معاشرہ ظلم کی بنیاد پر قائم رہ سکتا ہے لیکن ناانصافی کی بنیاد پر نہیں۔“

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ تہذیبِ انسانی ازل سے عدل و انصاف قانون کی بالادستی کے قیام کے لیے سرگرداں رہی ہے۔ محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ مدینہ منورہ میں جس اسلامی معاشرہ کی بنیاد رکھی، سماجی انصاف اس کا طرہ امتیاز ہے۔ آپ ﷺ کا یہ شرفِ عظیم ہے کہ آپ نے نہ صرف قانونی عدل قائم کیا بلکہ سماجی انصاف کا بھی بول بالا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں بھی آپ ﷺ کا نام نامی نہایت احترام سے لیا جاتا ہے جس کا واضح ثبوت قانون کی عظیم درسگاہ لنکن ان میں آپ ﷺ کا اسم گرامی بطور قانون بخشنے والا ثبت ہے۔ اس تحریر کو دیکھ کر قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اس موثر درس گاہ میں داخلہ لیا تھا۔

قرآن مجید میں بھی قانون کی فراہمی اور انصاف کی اہمیت کے بارے میں جگہ جگہ تذکرہ ملتا ہے۔ قرآن مجید عدل وانصاف کا ہی حکم دیتا ہے۔

اِنَّ اللهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ .

(النحل،١٦: ٩٠)

> دور جدید سے لے کر آج تک معاشرے عدل و انصاف اور قانون کی حکمرانی کے ذریعے پروان چڑھے ہیں۔ عدلیہ کے منصفانہ فیصلے ہی معاشرے میں امن و امان یقینی بناسکتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ ایک دوسرے کے ساتھ مکمل تعاون کریں اس کے بغیر ہمہ گیر ترقی محض ایک خواب بن کر رہ جائے گی

"بے شک اللہ (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

"اور جب تم بات کہو تو عدل سے کہو خواہ تمہارا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔"

پھر ارشاد فرمایا:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى. (المائدة،۵:۸)

"کسی قوم کی سخت دشمنی (بھی) تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم (اس سے) عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو (کہ) وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔"

احادیث نبوی میں عدل وانصاف کی فراہمی پر بہت زور دیا گیا ہے۔

جس معاشرے میں باہمی خیر کے قیام اور شر کے مٹانے کی سعی نہیں کی جاتی وہ بالآخر مٹ جاتا ہے۔

فاطمہ نامی خاتون جو کہ ایک بڑے قبیلے سے تعلق رکھتی تھی چوری کرنے کے باعث ان کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور ان کے حق میں کسی کی سفارش قبول نہ کی گئی۔یہی درس اسلام کا ہے کہ قانون اور انصاف سب کے لیے برابر ہے۔ اس میں کسی غریب یا امیر کی تفریق پر فیصلے نہیں کیے جانے چاہیے۔ اسی طرح خلفاء راشدین نے اپنے اپنے ادوار میں انصاف کا بول بالا کیا اور ظلم کی آواز کو پست کیا۔

کسی بھی ریاست میں حکومتی معاملات کی انجام دہی میں اہم اور بنیادی کردار ادا کرنے والے تین بڑے ادارے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک قانون سازی کرنے والا مقنّنہ ہے، دوسرا مجلس قانون ساز (مقنّنہ) کے مرتب کردہ قوانین کو ان کی روح کے مطابق نافذ کرنے اور انتظام مملکت چلانے والا ادارہ انتظامیہ ہے۔حکومت کا تیسرا بڑا ادارہ عدلیہ ہے جس کا مقصد ریاست میں عدل و انصاف قائم کرنا ہے۔ حکومت کی اعلیٰ کارکردگی کا دارومدار اور انحصار نظام عدل پر ہوتا ہے۔ ایک فرد اور دوسرے فرد کے درمیان ایک ریاست اور فرد

انسان کی اصلاح اور معاشرے کی بقاء قانون کے عملی نفاذ کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ قانون کی حکمرانی کسی معاشرے کی بقاء کی اکائی ہے۔ انسانی تہذیب وتمدن میں قانون کو بنیادی اہمیت حاصل ہے

کے حقوق و فرائض کا توازن قائم رکھنا اور ان کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنا عدلیہ کی حقیقی ذمہ داری ہے۔ انصاف قائم کرنے والی اقوام ہمیشہ سرخرو و بلند رہتی ہے۔ برطانوی وزیراعظم چرچل نے انصاف کے حوالے سے ایک تاریخی جلسہ کیا تھا جس کا حوالہ ناگزیر ہے۔

اگر میرے ملک میں انصاف ہورہا ہے تو ہم کبھی نہیں ہار سکتے۔

دنیا بھر میں عدالتی کاروائی چلانے کے لیے دو طرح کے نظام موجود ہیں جنہیں adress arial and inquisitorial system کہا جاتا ہے۔ پاکستانی عدالتی نظام میں یہ دونوں سسٹم ہی موجود ہیں۔ پاکستانی عدالتی نظام کا ڈھانچہ دو اقسام پر مشتمل ہے:

۱۔ Superior Jodiciary

۲۔ Subordinate Jodiciary

superior jodiciary میں ایک سپریم کورٹ، ایک فیڈرل شریعت کورٹ اور پانچ ہائی کورٹس شامل ہیں جبکہ Subordinate jodiciary میں سول کورٹس، سیشن کورٹ اور دیگر سپیشل کورٹس شامل ہیں۔حکومت کا کردار عدلیہ کی کارکردگی پر منحصر ہے۔ پاکستانی عدالتی نظام دیگر ملکوں کی طرح بہت موثر ثابت نہیں ہوا۔

Word justice project organization ایک بین الاقوامی Organization ہے جس کی رپورٹ کے مطابق پاکستان 128 ممالک میں سے 120 نمبر پر ہے انصاف کی فراہمی میں اور اگر ایشیاء کے خطے کی

بات کی جائے تو پاکستان بھوٹان، نیپال، بھارت، چین اور ایران سے بہت پیچھے ہے۔ South Asia میں صرف افغانستان ہم سے کم درجے میں ہے۔ چیچنیا خود حالت جنگ میں ہے۔ یہ صورت حال پاکستانی عدالتی نظام کی ہے۔

محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ نے مدینہ منورہ میں جس اسلامی معاشرہ کی بنیاد رکھی، سماجی انصاف اس کا طرہ امتیاز ہے۔ آپ ﷺ کا یہ شرفِ عظیم ہے کہ آپ نے نہ صرف قانونی عدل قائم کیا بلکہ سماجی انصاف کا بھی بول بالا فرمایا

اس بات کا ثبوت ایسے Cases فراہم کرتے ہیں۔ جسٹس دوست محمد نے 2015ء میں 14 سال بعد باپ اور بیٹے کی رہائی کا حکم صادر فرمایا جب جیلر ریکارڈ لے کر پہنچا تو پتہ چلا کہ ان کو پھانسی دی جاچکی ہے۔ پاکستان کی عدلیہ میں 17 لاکھ کے قریب کیس Black lockمیں ہیں۔ اس حالت زار کے پیچھے بہت سے عوامل ہیں جن کو اصلاحات کے ذریعے سے ہی بہتر کیا جاسکتا ہے۔ حکومت اور عدلیہ مل کر ہی نظام عدل کو موثر اور مثالی بناسکتی ہیں جس سے فوری اور سستا انصاف میسر ہوسکتا ہے۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججز کی تقرری کا طریقہ کار سیاسی ہے جس میں Review کی ضرورت ہے۔ ججز کی Sporadic ٹریننگ کی اشد ضرورت ہے تا کہ بہترین صلاحیتوں کو اجاگر کرکے موثر فیصلے کیے جاسکیں۔

جو قومیں وقت کے ساتھ خود کو تبدیل نہیں کرتیں وہ تاریخ کے اوراق سے مٹادی جاتی ہیں تو حکومتی اداروں کو اشد ضرورت ہے کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق تمام قوانین میں ترامیم کیں اور Modren technology کو استعمال کرکے عدالتی نظام کو مزید فعال بنایا جائے۔

وکلاء کی ٹریننگ اس زمرے میں اشد ضروری ہے تا کہ وہ کورٹس معیار فراہم کرسکیں۔ تھانے اور پولیس کلچر تبدیل کرنا چاہیے Prosecution ڈیپارٹمنٹ میں Prosecutors کی ٹریننگ فوری اور سستے انصاف کے لیے ناگزیر ہے۔ موثر ترامیم کرکے انصاف بروقت فراہم کیا جائے تا کہ اس رجحان کو مات دی جائے کہ ایک Generation مقدمہ دائر کرتی ہے جبکہ دو تین Generations اس کو بھگتتی ہیں۔ گواہوں کے تحفظ کے لیے موثر اقدامات کیے جاسکیں تا کہ ہر کوئی قانون کے دروازے پر دستک دے سکے۔ پاکستان میں انصاف کی فراہمی میں سب سے بڑی رکاوٹ سیاسی مداخلت ہے اس چیز کا سدباب کرنا چاہیے۔

پاکستان آہستہ آہستہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ پاکستانی عدالتی نظام میں بھی کچھ اصلاحات ہورہی ہیں جو انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانے میں معاون ثابت ہوں گی جیسا کہ گواہوں کی شہادت Audio and video recorders کے ذریعے ریکارڈ کی جارہی ہیں جو کہ ترقی یافتہ ممالک کی طرح پر کیا جارہا ہے۔ خواتین کے لیے بہت سے قوانین اور ان پر عمل درآمد بھی کیا جارہا ہے جو کہ پاکستانی عدالتی نظام کا بہتری کی طرف گامزن ہونے کی نشاندہی ہے۔ جیل خانہ کے نظام میں بھی اصلاحات کا نفاذ ہونا چاہیے۔ زیرحراست اور زیر ٹرائل قیدیوں کو عدالت لانے، پہچانے کا موثر نظام ہونا چاہیے۔ Banch اور Bar کا باہمی اتحاد بھی خاطرخواہ اہمیت کا حامل ہے۔ معاشرے میں جب تک انصاف اور قانون کی حکمرانی کو یقینی نہیں بنایا جائے گا۔ ہمارا معاشرہ بدامنی، بدحالی اور عدم تحفظ کا شکار رہے گا۔ دور جدید سے لے کر آج تک معاشرے عدل و انصاف اور قانون کی حکمرانی کے ذریعے پروان چڑھے ہیں۔ عدلیہ کے منصفانہ فیصلے ہی معاشرے میں امن و امان یقینی بناسکتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مقنّنہ، عدلیہ اور انتظامیہ ایک دوسرے کے ساتھ مکمل تعاون کریں اس کے بغیر ہمہ گیر ترقی محض ایک خواب بن کر رہ جائے گی۔

ان اندھیروں میں بھی منزل تک پہنچ سکتے ہیں ہم
جگنوؤں کو راستہ تو یاد ہونا چاہیے

☆☆☆☆☆

"میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی"

مقصدِ حیات کا شعور

تخلیقِ آدم کے مقصد کے متعلق اللہ نے حضرتِ آدمؑ کو معرفت و آگہی عطا فرمائی

انسان کی زندگی کا بنیادی مقصد عبادتِ الٰہی ہے

ڈاکٹر شفاقت علی البغدادی الازہری

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلمان میں اسی لیے نمازی

اللہ رب العزت نے حضرت انسان کو عناصر اربعہ (مٹی، پانی، ہوا، آگ) سے تخلیق فرمایا۔ اور اسے اپنی نیابت و خلافت سے سرفراز فرمایااوراسے مقصدِ حیات و تخلیق کا شعور لازوال عطا فرمایا۔ بعد ازاں فرشتوں کو حکم دیا کہ اس باشعور اور بامقصد پیکرِ انسان کو تعظیماً سجدا کرو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اس واقعہ کا تذکرہ مختلف مقامات پر ملتا ہے۔

سورہ بقرہ میں اللہ رب العزت نے ارشادفرمایا۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلائِکَةِ إِنِّی جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِیهَا مَن یُفْسِدُ فِیهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ إِنِّی أَعْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُونَ. (البقرہ: ۳۰)

اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، انہوں نے عرض کیا: کیا تُو زمین میں کسی ایسے شخص کو (نائب) بنائے گا جو اس میں فساد انگیزی کرے گا اور خونریزی کرے گا؟ حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور (ہمہ وقت) پاکیزگی بیان کرتے ہیں، (اللہ نے) فرمایا: میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اللہ رب العزت علیم وبصیر ہے قادر مطلق ہے اس نے حضرتِ انسان کو پیدا کیا۔ اس کی تخلیق کے مقاصد کو وہ خود بھی جانتا تھا اور آدم علیہ السلام کو بھی اس کی معرفت و آگاہی عطا فرمائی۔ مگر دوسری طرف فرشتے تھے جو ابھی تک تخلیق انسان کے مقصد سے لاعلم تھے اسی لیے انہوں نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سوال پیش کیا اور عرض کی کہ اے ربِ قادر تو ایسے پیکرِ انسانی کی تخلیق کیوں فرما رہا ہے جو زمین پر فتنہ وفساد اور شر انگیزی کرے گا۔

جب اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام اور فرشتوں کے مابین علمی مکالمہ کروایا تو فرشتوں نے اپنے علم کی کمی کو قبول فرمایا اور بارگاہِ ایزدی میں یوں گویا ہوئے:

قَالُوا سُبْحَانَکَ لاَ عِلْمَ لَنَا إِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّکَ أَنتَ الْعَلِیمُ الْحَکِیمُ البقرہ، ۲: ۳۲)

فرشتوں نے عرض کیا: تیری ذات (ہر نقص سے) پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے، بیشک تو ہی (سب کچھ) جاننے والا حکمت والا ہے

اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس کی تخلیق کا مقصد سکھایا فرمایا:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلائِکَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِی بِأَسْمَاءِ هَؤُلاَءِ إِن کُنتُمْ

صَادِقِينَ(البقرہ،۲: ۳۱)

اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، انہوں نے عرض کیا : کیا تُو زمین میں کسی ایسے شخص کو (نائب) بنائے گا جو اس میں فساد انگیزی کرے گا اور خونریزی کرے گا؟ حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور (ہمہ وقت) پاکیزگی بیان کرتے ہیں، (اللہ نے) فرمایا :میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

یعنی آدم علیہ السلام کو اپنی معرفت و عبادت اور قرب کے تمام راستے اور طرق سکھائے ۔پھر اللہ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ ان کو بتاؤ کہ حضرت انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے۔

قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّا أَنبَأَهُمْ بِأَسْمَآئِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ(البقرہ،۲: ۳۳)

اللہ نے فرمایا :اے آدم !(اب تم) انہیں ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کرو، پس جب آدم (علیہ السلام) نے انہیں ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کیا تو (اللہ نے) فرمایا : کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی (سب) مخفی حقیقتوں کو جانتا ہوں، اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

اگر اس وسیع و عریض کائنات کا بنظرِ عمیق جائزہ لیا جائے تو اس میں اللہ رب العزت نے کوئی بھی چیز ایسی تخلیق نہیں فرمائی جو بے مقصد ہو یا جس کو کوئی غرض و غایت نہ ہو اس بات کو قرآن کریم میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ(آل عمران ،۳: ۱۹۱)

وہ جو اٹھتے ،بیٹھتے اور لیٹتے (ہر حال میں)اللہ کو یاد کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں (وہ بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے رب !تو نے یہ (سب کچھ) بے کار اور (بے مقصد) پیدا نہیں کیا۔

اللہ رب العزت نے تمام کائنات کی موجودات میں سے افضل و اشرف حضرتِ انسان کو بنایا ہے ۔جب تمام کائنات کی ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے تو پھر انسان کی حیات کا بھی کوئی مقصد ہونا چاہیے ۔قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ(المومنون :۱۱۵)

سو کیا تم نے یہ خیال کر لیا تھا کہ ہم نے تمہیں بے کار (و بے مقصد) پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آ ؤ گے؟

بامقصد زندگی گزارنے والا انسان ایک ایسے مسافر کی طرح ہوتا ہے جس کو اپنی منزل کا مکمل ادراک و شعور ہوتا ہے ۔اگرچہ راستے میں اس مسافر کو کئی دلفریب مناظر ،خوشنما اقامت گاہیں اور ٹھنڈے سائے اپنی طرف کھینچتے ہیں مگر وہ ان کو نظر انداز کرتا ہوا منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے ۔یعنی دنیا کی رنگینیاں و رعنائیاں انسان کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتیں اگر انسان کے سامنے اس کے مقاصد حیات واضح و روشن ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے ؟ ۔اگر ہم اس پر غور کریں تو ہمیں اس فانی دنیا میں لوگوں کے بے شمار مقاصد زندگی دیکھنے کو ملیں گے۔ ان میں سے بعض مقاصدِ حیات شریعت کے مطابق ہونے کی بنا پر انسان کے لیے مفید ہوتے ہیں اور بعض ایسے مقاصد ہیں جن کا انتخاب انسان کیلیے نقصان و ایذا کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق نہیں ہوتے جس طرح اللہ رب العزت نے انسان کو پیدا کیا اور ہر معاملے میں اس کی راہنمائی فرمائی ہے اسی طرح مقصد حیات کے چناؤ میں بھی اللہ رب العزت نے انسان کو ایک سمت فراہم کی ہے اور

ان تمام مقاصد حسنہ کو ایک ایسے جامع لفظ میں سمو دیا ہے کہ انسان کے تمام اشکالات و خدشات دور ہو گئے ہیں ۔چنانچہ سورۃ ذاریات میں اس مضمون کو یوں فرمایا ہے :

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنفَعُ الْمُؤْمِنِين .وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ.(الذاریات : ۵۴،۵۵)

اور آپ نصیحت کرتے رہیں کہ بیشک نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔اور میں نے جنّات اور انسانوں کو صرف اسی لئے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اختیار کریں۔

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ،۲ : ۲۱)

اے لوگو !اپنے رب کی عبادت کروجس نے تمہیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو (بھی) جوتم سے پیشتر تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ انسان کی زندگی کا بنیادی مقصد عبادت الٰہی ہے اور عبادت کا لفظ جامع ہے جس میں انسان کے تمام ظاہری و باطنی امور داخل ہیں جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ سے ایک دفعہ کسی شخص نے پوچھا کہ یاایہا الناس اعبدوا ربکم میں کس عبادت کا حکم دیا گیا ہے؟ اس کا کیا مفہوم ہے؟ آپ نے اس مسئلہ پر مفصل تقریر فرمائی جو رسالہ العبودیہ کی شکل میں موجود ہے، اس کی ابتدا میں علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے:

عبادت ایک ایسا جامع لفظ ہے اس کے اندر وہ تمام ظاہری و باطنی اقوال و افعال داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور اس کی خوشنودی کا باعث ہیں مثلاً :نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، راست گوئی، امانت داری، اطاعت والدین،ایفائے عہد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد فی سبیل اللہ، پڑوسیوں، مسکینوں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک، جانوروں کے ساتھ اچھا برتاؤ، دعاء ، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اوراس قسم کے تمام اعمال صالحہ عبادات کے اجزاء ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی محبت، رحمت خداوندی کی امیدوار اور عذاب الٰہی کا خوف، خشیت، انابت، اخلاص، صبر وشکر، توکل اورتسلیم و رضا وغیرہ ساری اچھی صفات عبادات میں شامل ہیں۔

اس آیت میں انسان کے اس دنیا میں آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کو اپنی عبادت و بندگی کے لیے پیدا فرمایا ہے ۔لیکن اگر ہم روز مرہ کے امور پر نظر دوڑائیں تو عبادت کے معاملہ میں ہمارا دینی تصور اس قدر محدود ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگ عبادت کا مطلب صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سمجھتے ہیں۔عبادت ایک ایسا جامع لفظ ہے اس کے اندر وہ تمام ظاہری و باطنی اقوال و افعال داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور اس کی خوشنودی کا باعث ہیں اور چنانچہ اس کو اللہ رب العزت نے انسان کی زندگی کا مقصد قرار دیا ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّآئِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُواْ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاء وَالضَّرَّاء وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (البقرۃ، ۲ : ۱۷۷)

نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرلو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اورمحتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے، اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جب کوئی وعدہ کریں تو اپنا وعدہ پورا کرنے والے ہوں، اور سختی (تنگدستی) میں اور مصیبت (بیماری) میں اور جنگ کی شدّت

(جہاد) کے وقت صبر کرنے والے ہوں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیںo

مذکورہ آیت سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ انسان کا مقصدِ حیات اللہ کی عبادت کرنا ہے اور عبادت سے مراد نماز روزہ سے لے کر انسانیت کے ساتھ بھلائی کرنے تک کے جملہ امور ہیں جو رضائے الٰہی کے حصول کا سبب بنتے ہیں ۔قرآن کریم میں رضائے الٰہی کو سب سے بڑی کامیابی قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے :

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُۚ ذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ (المائدہ: ۱۱۹)

اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے، یہی (رضائے الٰہی) سب سے بڑی کامیابی ہے۔

جب رضائے الٰہی مقصد حیات بن کر انسان کی پوری زندگی پر محیط ہوجائے تو انسان اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا، الغرض سارا کاروبار حیات ہی عبادت اور بندگی قرار پاتا ہے ۔ اس کا ایک ایک سانس اور ایک ایک لمحہ عبادت میں شمار ہوتا ہے ۔ یہاں تک کہ حیات انسانی کی ہر حرکت وسکون سراسر عبادت و بندگی میں بدل جاتی ہے ۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

إن اللّٰه تعالى يقول يا ابن آدم تفرغ لعبادتي أملأ صدرك غنى وأسد فقرك وإلا تفعل ملأت يديك شغلا ولم أسد فقرك .(مسند أحمد: ج ۲، ص،۳۵۸)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:اے انسان!تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھ مصروفیات سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔

یعنی اگر بندہ مومن اللہ رب العزت کی عبادت اور اس کی مخلوق کی خدمت میں خود کو مصروف کر لے تو اس کی ضروریات زندگی میں کو پورا کرنا اللہ اس کے لیے آسان فرما دیتا ہے اور انسان کو تنگی و محتاجی سے نجات مل جاتی ہے۔

احادیث کریمہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی ساری زندگی اللہ رب العزت کے احکام کی بجا آوری میں صرف فرمائی اور ہمیں بھی سی طرز حیات کی تعلیم عطا فرمائی ۔آپ نے صحابہ کرامؓ کو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا شعور عطا فرمایا۔ اللہ کے احکام و عبادات میں حقوق اللہ سب شامل ہیں اور دوسرے انسانوں کے ساتھ شریعت کی تعلیمات کے مطابق معاملہ و برتاؤ کرنا حقوق العباد کے ضمن میں ہے۔ لہذا خدمت خلق اور دوسرے کے ساتھ ہمدردی، تعاون، بھلائی اور خیر کے کام کرنا بھی تصور عبادت میں شامل ہے۔جب بندہ دوسروں پر رحم کرتا ہے تو اللہ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ ."(سنن ترمذی)

رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے،تم لوگ زمین والوں پر رحم کروتم پر آسمان والا رحم کرے گا۔

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من لا يرحم لا يرحم، ومن لا يغفر لا يغفر له، ومن لا يتب لا يتب عليه (مسلم)

جو (مخلوق پر) رحم نہیں کرتا، (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ جو (مخلوق کو) معاف نہیں کرتا، (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس کی بخشش نہیں ہوتی اور جو (اللہ کی طرف) توبہ نہیں کرتا، اسے (اس کی طرف سے) معاف نہیں کیا جاتا۔ بقول خواجہ میر درد

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ اطاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی زندگی اللہ کے بتائے ہوئے مقصد کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین بجاہ سید المرسلین ۔☆☆☆☆☆

اہدافِ دعوت و تعلق باللہ کی بحالی

خالقِ حقیقی کے احکامات کی بجا آوری کا نام تعلق باللہ ہے

تعلق باللہ کی معراج اللہ کی محبت کو ہر چیز پر فوقیت دینا ہے

روحانی بالیدگی اور ایمان کی مضبوطی رجوع الی القرآن میں ہے

مرتبہ: اقراء مبین

دور جدید میں اہداف دعوت:

دور جدید کے تقاضوں اور امت مسلمہ کے موجودہ احوال و ظروف کو پیش نظر رکھتے ہوئے احیائے دین کا کام کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ درج ذیل پانچ اہداف کے حصول کے لیے کوشاں رہیں۔

1۔ تعلق باللہ کی بحالی:

تعلق باللہ سے مراد ایسی وابستگی ہے جو محبت اور دیوانگی پر مبنی ہو۔ معبود حقیقی اور اپنے خالق و مالک کے لیے انتہا درجے کے جذبات اطاعت و محبت کا نام ہی تعلق باللہ ہے۔ یہ تعلق جتنا اہم ہے اتنا ہی کمزور پڑچکا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ جہاں جہاں دڑاریں پڑچکی ہیں ان کی نشاندہی کرکے اصلاح احوال کے بارے میں سوچا جائے اس امر کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے۔

i۔ تعلق کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو بامقصد پیدا فرمایا اس کائنات میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور بغیر کسی استحقاق کے ہزارہا نعمتیں فراہم کردیں۔ پیدا کرنے والا چاہتا ہے کہ انسان سراپا بندگی اور عجز و نیاز کا پیکر بن جائے۔ ساری ستائشیں اور چاہتیں، عشق جنون کی بے قراریاں اس کے لیے مختص کردے تاکہ جاذبِ نظر مناظر اور دنیا کی آب و تاب اور چکا چوند اسے اپنی جانب متوجہ نہ کرسکیں۔ اگر مال و دولت، بیوی بچوں اور جاہ و منصب سے محبت تعلق بندگی پر غالب آجائے تو سمجھ لیں کہ ہم اللہ کے نہیں اپنی خواہش کے بندے ہیں۔ زن، زر، زمین اور ٹھاٹھ باٹھ کی محبت میں انسان بعض اوقات حدود انسانیت کو پھلانگ جاتا ہے۔ مال کی محبت کے بارے میں فرمایا۔

وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا. (الفجر، ۸۹: ۲۰)

’’اور تم مال و دولت سے حد درجہ محبت رکھتے ہو۔‘‘

بیویوں اور اولاد کے بارے میں فرمایا یہ تمہارے دشمن ہیں۔

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ.
(التغابن، ۶۴: ۱۴)

’’بے شک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں پس اُن سے ہوشیار رہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کو آزمائش قرار دیا۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ. (التغابن، ۶۴: ۱۵)

’’تمہارے مال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہی ہیں۔‘‘

گویا سارے کا سارا سامان زیست فتنہ اور آزمائش ہے اس کی محبت انسان کے لیے مہلک اور زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے یہ محبتیں اور آسائشیں پیدا ہی کیوں کی گئیں۔ جواب صاف ظاہر ہے ان کی عدم موجودگی میں آزمائش کیسے ہوتی ہے؟ پتہ چلتا ہے کہ اپنے دعویٰ محبت اور

تعلق بندگی میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے۔ تقاضائے محبت یہ ہے کہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ. (البقرہ، ۲: ۱۶۵)

’’اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ (ہر ایک سے بڑھ کر) اللہ سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے ہیں۔‘‘

کے جواب میں ہر کوئی دعویدار بن سکتا ہے۔ سچی محبت کے مقابلے میں جھوٹی محبتیں پیدا کیں اس طرح جو شخص ریاضت و مجاہدہ کرکے جھوٹی محبتوں کو مغلوب کرکے اللہ کی سچی محبت کو ان سب پر غالب کردے وہی مخلص اور سچا ہوگا۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. (آل عمران، ۳: ۹۲)

’’تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو‘‘۔

اس آیت کریمہ میں ماسوا اللہ ہر چیز کی قربانی کا مطالبہ ہے۔ اللہ کی اطاعت اور محبت کے راستے میں جو بھی آئے اس سے منہ موڑ لیا جائے۔

ii۔ کمزوری کے اسباب:

دور حاضر میں بندے کا اللہ سے تعلق رسمی اور واجبی سا رہ گیا ہے اس کمزوری اور دوری کے بہت سے اسباب ہیں جن میں تقویٰ کا فقدان سرفہرست ہے۔ دلوں سے اللہ کا ڈر اور خوف نکل گیا۔ نور تقویٰ کی اس محرومی سے اخلاقی بندھن کمزور ہوئے، انسان بے خوف ہوکر وحشی درندہ بن گیا ہے۔ ادب و ثقافت اور آرٹ کے نام پر فحاشی کا سیلاب برپا کردیا اس کی بے قید آزادی ہی اس کی بربادی کا سبب بن گئی۔ خود غرضی اور مطلب پرستی عام روش بن چکی ہے۔ ہوائے نفس کے باعث نفسا نفسی کا عالم ہے۔ ہر کوئی دوسرے کو گرا کر آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ جائزہ و ناجائز کی تمیز مٹ گئی۔

iii۔ علاج:

من کی اصلاح کے لیے دروس قرآن و حدیث، دروس تصوف و اخلاق، مجالس ذکروفکر کا انعقاد ضروری ہے تاکہ صحبت صلحاء کے زیادہ سے زیادہ مواقع میسر آئیں اور نفس کی گرفت ڈھیلی ہوکر اللہ سے تعلق اور وابستگی کا باعث بنے۔ اللہ کے ساتھ ٹوٹے ہوئے تعلق کو بحال کیا جائے۔

2۔ ربط رسالت:

اسلام کے ارفع و اعلیٰ مقاصد کے حصول کا خواب اس وقت تک شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا جب تک کہ امت تاجدار کائنات سے غلامی کے ٹوٹے ہوئے رشتے کو پھر سے بحال نہیں کرلیتی۔ یہی تو وہ تعلق ہے جس سے ایمان کے سوتے پھوٹتے ہیں اور ادنیٰ سی بے ادبی سارے اعمال کو ضائع کردیتی ہے۔ ایمان و عرفان کا شعور بلندی درجات عشق و اطاعت رسول ﷺ میں گم ہوجانے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس بارگاہ میں آواز کا اونچا ہوجانا بھی اتنی بڑی گستاخی ہے جو کہ بربادی کا باعث بن جاتی ہے۔

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ. (الحجرات، ۴۹: ۲)

’’تم اپنی آوازوں کو نبیِ مکرّم (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہوجائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہوجانے کا) شعور تک بھی نہ ہو۔‘‘

اس بارگاہ کے آداب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود سکھائے ہیں اور گناہگاروں کو ان کے در اقدس پر حاضر ہوکر اللہ سے معافی مانگنے کی ترغیب دلائی ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. (النساء، ۴: ۶۴)

’’اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اوراللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔‘‘

انسان کا مقصود زندگی رضائے الٰہی کا حصول ہے

لیکن اس کا طریق کار بواسطہ رسول ﷺ سے ہی ملتا ہے بلکہ عرفان ذات باری تعالیٰ بھی واسطہ رسالت کے بغیر ممکن نہیں اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت عقیدہ توحید کو بیان کرتے وقت بھی واسطہ رسالت کو اختیار کیا گیا۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. (الاخلاص، ۱۱۲: ۱)

’’(اے نبی مکرّم!) آپ فرما دیجیے: وہ اللہ ہے جو یکتا ہے۔‘‘

فرمایا اے نبی ﷺ آپ ﷺ کہیں کہ اللہ ایک ہے براہ راست توحید کا اعلان نہیں کیا گیا لہذا دامن رسول ﷺ تھام کر ہی کشتی کو سلامتی کے ساتھ کنارے پر اتارا جاسکتا ہے۔

رابطہ کی بحالی کا طریق کار:

عصر حاضر کے تقاضوں کے تناظر میں اس وقت ربط رسالت کی بحالی کے پانچ ذرائع ہیں جنہیں نظر انداز کر کے کوئی مسلمان بھی غلامی رسول ﷺ کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

۱۔معرفت مقام رسول ﷺ ۲۔ادب و تعظیم رسول ﷺ
۳۔محبت رسول ﷺ ۴۔اتباع رسول ﷺ
۵۔نصرت رسول ﷺ

جیسا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

’’پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔‘‘ (الاعراف، ۷: ۱۵۷)

3۔ رجوع الی القرآن:

قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو اس نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے نازل کی اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود لے لیا اس لیے قیامت تک اس میں تحریف اور کمی بیشی ممکن نہیں۔ نبی آخرالزمان ﷺ کی بعثت پر دین کو مکمل کردیا۔ اب رہتی دنیا تک کسی نئے دین کی ضرورت باقی نہ رہی اس کی تعلیمات ہر دور کے لیے کفایت کریں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ. (البقرہ، ۲: ۲)

’’(یہ) وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔‘‘

اس کی تعلیمات ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہیں اب انسانیت کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں کہ اپنی فلاح کے لیے قرآن کی طرف رجوع کرے کیونکہ یہ

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ. (النحل، ۱۶: ۸۹)

’’اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔‘‘

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنۃ رسولہ. (مشکوٰۃ)

’’میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے اگر ان کو تھامے رکھو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔‘‘

گویا گمراہی سے بچنے کے لیے تمسک بالقرآن کے بغیر چارہ نہیں ورنہ انسانیت یونہی اندھیروں میں بھٹکتی رہے گی۔ مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ کتاب زندہ پاس ہونے کے باوجود اسے پڑھنا اور اس پر عمل کرنا چھوڑ بیٹھے اور اب قلوب بے سرور اور نگاہیں بے نور ہیں۔ عیش پرستی اور نفس پرستی غالب آگئی تو ذلت و مسکنت مقدر بن گئی۔

امت کی بدقسمتی کہ نہ اس کی تلاوت کرتے ہیں کہ انہیں روحانی ترقی ملے نہ تفکر و تدبر کا رجحان رہا کہ زندگی میں پیش آمدہ مسائل کو حل کر کے دنیا کی سیادت اور راہنمائی کرسکیں حالانکہ ہر سوال کا جواب قرآن سے مل سکتا ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ. (النساء، ۴: ۸۲)

’’تو کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے۔‘‘

احکام قرآنی کی تعمیل میں سرے سے دلچسپی نہیں ساری توانائیاں مادی ضروریات کی تکمیل میں صرف ہورہی ہیں اور حلال و حرام کے پیمانے مٹ چکے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے احکامات

کے مطابق نظام زندگی نہ چلانے والے ظالم اور کافر ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. (المائدۃ،۵: ۴۵)

''اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ ظالم ہیں''۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

4۔ اتحاد امت:

امت کے موجودہ احوال وظروف کے تناظر میں دعوت کا ایک اہم ہدف اتحاد امت بھی ہونا چاہیے کیونکہ مسلمان فرقوں اور گروہوں میں بٹ چکے ہیں۔ حالانکہ فرمان خدا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا .

''اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو''۔ (آل عمران۳: ۱۰۳)

یہ راز کسی سے پوشیدہ نہیں کہ قوت کا راز اتحاد میں مضمر ہے لیکن سب کچھ جانتے بوجھتے تفرقہ اس لیے ہوتا ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق زیادتی کرنے سے باز نہیں آتا انانیت کا بت آڑے آجاتا ہے اور اتحاد کی کاوش رائیگاں چلی جاتی ہے۔

اگرچہ انسانی اختلافات کی تاریخ بہت پرانی ہے لیکن ایک مذہب کے پیروکاروں میں اختلاف رائے تک بات محدود رہے تو کوئی حرج نہیں البتہ نوبت مخالفت تک پہنچ جائے تو خطرے کی گھنٹی ہے بعض درد مند عناصر امت کی اس زبوں حالی کا رونا روتے ہیں اور حسب استطاعت اصلاح احوال کی کوشش بھی کرتے ہیں لیکن

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

حصول اتحاد کا طریق:

اتحاد امت کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے صدق نیت، منصوبہ بندی، تنظیم، صبر وتحمل اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے نصب العین سے وابستگی اور ذہنی ہم آہنگی کے بغیر پائیدار اتحاد کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔ قومی سطح پر ذرائع ابلاغ اور جلسے جلوسوں کے ذریعے وحدت فکر اور ہم آہنگی کے فروغ کی تشہیر کرنی چاہیے۔ ہر ایسی تحریر اور تقریری پر پابندی لگادینی چاہیے۔ جس سے دوسروں کے جذبات مجروح ہوتے ہوں۔

5۔ غلبہ اسلام کی بحالی:

کوئی دعوت اس وقت تک دعوت اسلام کہلانے کی مستحق نہیں ہوسکتی جب تک غلبہ دین اسلام کی بحالی اس کے اہداف اور پروگرام میں شامل نہ ہو کیونکہ دینی تعلیمات کے بیشتر حصے کے عملی نفاذ کا تعلق اسلام کے سیاسی غلبہ کے ساتھ ہے۔ نہی عن المنکر کے فرمان خداوندی پر عملدرآمد قوت اور اقتدار کے بغیر مشکل ہے۔ برائی کا قلع قمع کرنے اور باطل اور طاغوتی طاقتوں کے اثر ونفوذ اور مزاحمتوں کی روک تھام کے لیے سیاسی انقلاب ناگزیر ہے جس کا آغاز تو قومی سطح سے ہوگا لیکن منتج بین الاقوامی سطح پر جاکر ہوگا لیکن اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ نہ تو انقلاب فرانس کی طرح محض میں ایک ہمہ جہت تبدیلی کا تقاضا کرتا ہے جس کا مقصد حق کی مٹی ہوئی معاشرتی، معاشی، سیاسی، مذہبی، اخلاقی، روحانی اور علمی قدروں کو پھر سے زندہ کرنا ہے گویا موجودہ حالات میں دعوت کا ہدف مکمل احیائے دین اور غلبہ اسلام ہونا چاہیے۔ مقصود بعثت کے حوالے سے جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ.

''وہی ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے سب ادیان پر غالب وسربلند کردے خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں۔'' (الصّف،۶۱:۹)

اظہار دین سے مراد علمی وفکری غلبہ بھی ہے اور عسکری و سیاسی غلبہ بھی۔ اس غلبہ کو قائم رکھنا امت کی ذمہ داری ہے اور کسی دور میں کہیں غلبہ برقرار نہ رہے تو اس کی بحالی کی جدوجہد فرض عین بن جاتی ہے کیونکہ اسی میں امت مسلمہ کی بقا کی ضمانت ہے۔

(ماخوذ: ''دعوت کا انقلابی طریق کار'' از پروفیسر محمد رفیق)

☆☆☆☆☆

عیدالاضحیٰ کی فضیلت واہمیت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی اطاعت اور اس کے احکامات کی بجا آوری کے لئے جان، مال، اولاد کی قربانی دینے سے بھی گریز نہیں کیا

حافظہ سحر عنبرین

دین اسلام کی دو اہم عیدوں میں ایک عید الاضحیٰ ہے، جو ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عالمِ اسلام میں پورے جوش وخروش سے منائی جاتی ہے۔اس عید کا آغاز 624ء میں ہوا۔نبی کریمﷺ کی ہجرت سے پہلے اہلِ مدینہ دوعیدیں مناتے تھے،جن میں وہ لہوولعب میں مشغول رہتے تھے اور بے راہ روی کے مرتکب ہوتے تھے۔آپﷺ نے دریافت کیا کہ ان دونوں کی حقیقت کیا ہے؟ان لوگوں نے عرض کیا کہ عہدِ جاہلیت سے ہم اسی طرح دوتہوار مناتے چلے آرہے ہیں۔آپﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر دو دن تمہیں عطا کیے ہیں،ایک عید الفطرکا دن اور دوسرا عید الاضحیٰ کا دن (ابوداؤد:1134)

عیدالاضحیٰ ایک انتہائی بامقصد اور یادگار دِن ہے، اس دِن کی دُعاؤں کی قبولیت کا عندیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیا گیا ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ روزِ عید ہم سب مل کر توبہ استغفار کریں۔زبانی نہیں، عملی توبہ۔پروردگار کے حضور گڑگڑا گڑگڑا کر دُعا کریں، اپنی کوتاہیوں، گناہوں کی معافی طلب کریں اور اپنے رب کو راضی کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ یاد رہے، دُنیا کی ابتدا ہی سے قربانی تمام مذاہب کا ایک لازمی حصّہ رہی ہے۔ یہ اللہ کے حضور جان کی نذر ہے، جو کسی جانور کو قائم مقام ٹھہرا کر پیش کی جاتی ہے۔ عیدالاضحیٰ کے دن جانور کے گلے پر رسماً اور عادتاً چھری چلائی جائے تو بہت آسان ہے لیکن اگر اسوۂ ابراہیمی کو مدنظر رکھا جائے تو پھر اس کے لئے انسان کو پہلے ان مراحل کو سامنے رکھنا پڑتا ہے جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام گزرے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی مسلسل قربانیوں سے عبارت ہے۔

محبوبانِ الٰہی کو امتحان اور آزمائش کی سخت ترین منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، اور قدم قدم پر جاں نثاری تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے۔ امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد تمام مخلوقات میں انبیائے کرام علیہم السلام کا مرتبہ ہے، اور وہی اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب واقرب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی آزمائش میں پورے اترے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ربّ کریم کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو اشاعت دین کی محنت کے سبب امتحان وآزمائش سے دو چار ہونا پڑا، ہر نبی اور رسول کے امتحان کا انداز مختلف تھا۔ اللہ تعالیٰ کے انہیں برگزیدہ پیغمبروں میں سے ایک سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر اور تسلیم ورضا اور اطاعت ربانی کے پیکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیل (گہرا دوست) قرار دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی استقامت دین کے لیے پیش کی جانے والی عظیم قربانیوں سے عبارت ہے۔ اللہ ربّ العزت کو آپ علیہ السلام کا جذبہ قربانی و استقامت اسقدر پسند آیا ،کہ یہی جذبہ قربانی ہر دور کے لیے ایمانی معیار اور کسوٹی قرار دیا گیا ہے۔ آپ علیہ السلام ہر امتحان وآزمائش میں کامیاب وکامران ہوئے۔ یہاں تک کہ عقیدہ توحید بیان کرنے اور بت شکنی کی

پاداش میں آپ علیہ السلام کو بادشاہ نمرود نے آگ میں ڈالا تو آپ علیہ السلام عظمت دین اور عقیدہ توحید کی سر بلندی کے لیے پوری طرح ثابت قدم رہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک جاری ہوا ہم نے حکم دیا آگ کو، اے آگ !سرد ہو جا اور ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی والی ہو جا۔ (سورۃ الانبیاء آیت 69)

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

ابھی یہ آزمائش کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا کہ آپکی وہ آرزو اور دعا جس کا اظہار آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں کیا:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ. (الصافات،۳۷:۱۰۰)

”(پھر اَرضِ مقدّس میں پہنچ کر دعا کی:) اے میرے رب! صالحین میں سے مجھے ایک (فرزند) عطا فرما“۔

اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور بیوی حضرت حاجرہ کو فاران کے بیابان میں چھوڑنے کا حکم ملا۔ اسلامی تاریخ جن خواتین پر فخر کرتی ہے اور جنہوں نے اپنے ایمان و یقین کی دلچسپ اورولولہ انگیز تاریخ رقم کی ان میں حضرت ہاجرہؓ کا نام اہم ہے۔جن کی زندگی قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے بالعموم اور عورتوں کے لیے بالخصوص ایک پیغام اور سبق ہے۔ حضرت ہاجرہؓ حضرت ابراہیمؑ کی وفاشعار اہلیہ اور حضرت اسماعیلؑ کی عظیم ترین ماں تھی، انبیاء کرامؑ کی فہرست میں یہ ایسا قابل رشک گھرانہ ہے جس کا ہر فرد جذبہ عشق و محبت سے سرشار اورتسلیم ورضا کا پیکر تھا، اللہ تعالیٰ کی محبت اور فنائیت میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اورحضرت ہاجرہؓ نے عجیب وغریب امتحانات دیئے اور رہتی دنیا تک ایک مثالی خاندان ہونے کی یادگار چھوڑگئے۔ حج جیسی عظیم عبادت میں انجام دیئے جانے والے بہت سے اعمال کا تعلق انہیں حضرات کی یادوں کو تازہ کرنا ہے اور بالخصوص صفا و مروہ کی بے تابانہ سعی تو حضرت ہاجرہؓ کی اداوں کی نقالی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت ہاجرہؓ کی یہ بے قراری نے شرفِ قبولیت حاصل کیا اور ہمیشہ کے لیے عبادت کا ایک لازمی حصہ بن گیا۔ حضرت ہاجرہؓ کی ایمان افروز کی زندگی سے یہاں ایک دوواقعے ذکر کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیمؑ کو وفا شعار بیوی او رشیر خوار بچہ حضرت اسماعیلؑ دونوں کو لے جاکر ایک ایسی سرزمین پر چھوڑآنے کا حکم دیا جو ابھی غیر آباد تھی اور چاروں طرف صحرا وجنگل کا سناٹا تھا، چرند وپرند کا کوئی پتہ نہیں اور انسانوں کی آمد ورفت کا کوئی گمان نہیں۔

یہ بھی کوئی معمولی امتحان نہ تھا، سخت آزمائش کا مرحلہ تھا۔حضرت ابراہیمؑ بے چوں چرا کچھ سامانِ سفر لے کر ان دونوں کے ساتھ چل دیئے، بڑھاپے کی تمناوؤں کا مرکز، راتوں اور دنوں کی دعاؤں کا ثمر، قلب ونظر کا چراغ سیّدنا حضرت اساعیل علیہ السلام، جس کو آپ صرف حکم الٰہی کی تعمیل میں ایک بے آب وگیاہ مقام پر چھوڑ آتے ہیں، اس طرح کہ پیچھے مڑکر بھی نہیں دیکھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شفقت پدری جوش میں آجائے اورحکم ربانی کی تعمیل میں لغزش ہو جائے ۔سیدہ حاجرہؓ آپ کے پیچھے پیچھے چلیں اور پوچھا کہ آپ ہمیں کس کے ذمہ پر چھوڑے جاتے ہیں؟ جواب ملااللہ پر تو انہوں نے فرمایا: میں اللہ پر راضی ہوں۔ٹھیک تب تواللہ ہم کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ جب حضرت ابراہیم کی نگاہوں سے وہ دونوں اوجھل ہوگئے تو آپ نے رقت انگیز دعافرمائی۔(بخاری؛ حدیث نمبر: 3136)

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ. (ابراهيم،۱۴:۳۷)

”اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی اولاد (اسماعیل ﷤) کو (مکہ کی) بے آب و گیاہ وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسا دیا ہے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ شوق ومحبت کے ساتھ ان کی طرف مائل رہیں اور انہیں (ہر طرح کے) پھلوں کا رزق عطا فرما، تاکہ وہ شکر بجا لاتے رہیں“۔

جب آپ اس آزمائش پر کھرے اترے۔تو اللہ تعالیٰ نے انعام کے طور پر اس بے آب وگیاہ آبادی میں زمزم کا چشمہ جاری کردیا اور قبیلہ جرہم کو آباد کیا۔ یاد رہے کہ اللہ کے دین کو رائج اور قائم کرنے کے لیے بڑا سے بڑا خطرہ مول

لینے میں کبھی نہیں جھجکنا ہے، چاہے اس کے لیے بیوی بچوں سے جدائی یا بھوک پیاس براشت کرنا پڑے اور جان و مال کی قربانی دینی ہوتو بھی پس و پیش سے کام نہ لیں جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے کیا تھا ان کٹھن منزلوں کو عبور کرنے کے بعد اب تیسری آزمائش کی تیاری ہے، جو پہلے دونوں امتحانوں سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تین رات متواتر خواب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اے ابراہیم! تو ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر دے آپ اسے وحی الٰہی سمجھ کر فوراً اس کی تکمیل کے لیے تیار ہو گئے اور اپنے بیٹے اسماعیلؑ سے مشورہ کیا تو انہوں نے بھی اللہ تعالی کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ قرآن کریم نے اس کی منظرکشی یوں فرمائی۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰى ط قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ.

’’پھر جب وہ (اسماعیل ؑ) ان کے ساتھ دوڑ کر چل سکنے (کی عمر) کو پہنچ گیا تو (ابراہیم ؑ نے) فرمایا: اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں سو غور کرو کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ (اسماعیل ؑ نے) کہا ابّا جان! وہ کام (فوراً) کرڈالیے جس کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے‘‘۔ (الصافات،۳۷:۱۰۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام تسلیم ورضا اور اطاعت ربانی کا پیکر بن کر تیار ہو گئے۔ چوں کہ اس امتحان و آزمائش میں بیٹا بھی شریک تھا اس لیے باپ نے اطاعت شعار اور فرماں بردار بیٹے کو اپنا خواب اور اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا اور اپنے نو عمر فرزند سے پوچھا، اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہاہوں، بتا تیری کیا مرضی ہے؟ ابا جان! جو حکم ملا ہے کر گزریے، مجھے آپ صبر کرنے والا پائیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے رائے اس لیے نہیں پوچھی کہ اگر بیٹے کی رائے ہو گی تو ایسا کروں گا ورنہ میں اپنے بیٹے کو ذبح نہیں کروں گا۔ نہیں! نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رائے اس لیے پوچھی تھی کہ میری نبوت کا وارث اس آزمائش میں پورا اترتا ہے یا نہیں اور یہ بھی معلوم ہوجائے کہ اللہ کے حکم کے بارے میں بیٹے کا تصور کیا ہے؟

جب حضرت ابراہیمؑ اس عظیم قربانی کے لیے تیار ہو گئے اور آپ نے اسماعیلؑ کو پیشانی کے بل لیٹا دیا کہ چہرا دیکھ کر پدرانہ محبت ہاتھوں میں لرزش نہ پیدا کر دے اور یہ صرف بات چیت کا قصہ نہیں، باپ نے بیٹے کو زمین پر لٹا دیا ہے، آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے، ہاتھ میں چھری ہے اور اکلوتے بیٹے کا بوڑھا باپ بیٹے کی گردن پر چھری رکھ کر اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذبح کر رہا ہے۔ مگر چھری بھی تو اسی ذات کے اختیار میں ہے جس کے اختیار میں آگ تھی۔ چھری سے ذبح کرنے کی صلاحیت سلب ہو جاتی ہے اور آسمان سے آواز آتی ہے:

اور قریب تھا کہ چھری اپنا کام کر جاتی کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ابراہیم تم اس آزمائش میں بھی سرخرو ہو نکلے اور ایک مینڈھا آپ کی جگہ بطور فدیہ قربانی کے لیے جنت سے بھیج دیا۔ قرآن نے اس کو اپنے مخصوص انداز میں بیان کیا ہے

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ. وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَاج اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ. اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُوَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ. (الصافات،۳۷: ۱۰۳ تا ۱۰۷)

’’پھر جب دونوں (رضائے الٰہی کے سامنے) جھک گئے (یعنی دونوں نے مولا کے حکم کو تسلیم کرلیا) اور ابراہیم (ؑ) نے اسے پیشانی کے بل لِٹا دیا (اگلا منظر بیان نہیں فرمایا)۔ اور ہم نے اسے ندا دی کہ اے ابراہیم!۔ واقعی تم نے اپنا خواب (کیا خوب) سچّا کردکھایا۔ بے شک ہم محسنوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (سو تمہیں مقامِ خلّت سے نواز دیا گیا ہے)۔ بے شک یہ بہت بڑی کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ اِس کا فدیہ کردیا۔‘‘

غرض جب دونوں مطیع ہو گئے اور اس نے (باپ نے) اس کو (بیٹے کو) پیشانی کے بل گرا دیا۔ تو ہم نے آواز دی اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا، بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا

ابراہیم !بس اب امتحان پورا ہو چکا ہے۔ آپ کی قربانی کی یاد قیامت تک ہر سال زندہ کی جاتی رہے گی۔ آپ کے حقیقی پیروکار ہر سال آپ کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے موٹے تازے جانوروں کا خون اللہ کی رضا کے لیے بہاتے رہیں گے۔

یہ ہے ایک ہلکا سا منظر اس عظیم و جلیل پیغمبر کی عزیمت و استقامت کا جسے اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم رسولوں میں شمار کیا ہے اور خلیل اللہ جیسا پیارا خطاب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی تو نہیں فرمایا کہ

اور جب ابراہیمؑ کو اس نے بہت سی باتوں میں آزمایا تو وہ بھی پورا اترا۔ پھر رب نے کہا میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

یہ انسانی قربانی اپنی نوعیت اور تاریخ کے لحاظ سے پہلی قربانی تھی کیونکہ یہ صرف اللہ تعالی کے لیے تھی۔کسی دیوی یا دیوتا کے نام پر نہ تھی ۔باپ اپنے بیٹے کو خود اپنے ہاتھوں ذبح کرنے کو تیار تھا ورنہ عموماً اس کام کو دوسرے لوگ انجام دیتے ہیں اور یہ کہ قربان ہونے والا بذاتِ خود تیار تھا ،ورنہ اس سے پہلے قربانی کے لیے زبردستی پکڑ کر لایا جاتا تھا۔ یہی وہ سنتِ ابراہیمی ہے جس کی یاد میں ہر سال مسلمان عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرتے ہیں۔سنتِ ابراہیمی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالی کی راہ میں اپنی محبوب ترین چیز پیش کی جائے جس کا مقصد صرف اور صرف اس کی خوشنودی و رضا کا حصول ہو اوراہم بات یہ کہ اس میں ریا کاری نہ ہوکوئی اگر اس وجہ سے عمدہ مہنگے جانور خریدتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں اور اسے سراہا جائے تو اللہ تعالی کے پاس اس کا کوئی اجر نہ ہوگا ۔بڑے سے بڑے عدد کو اگر صفر سے تقسیم کر دیا جائے تو حاصلِ ضرب صفر ہوجاتا ہے۔اس کے علاوہ اس میں جان ومال، اولاد، وقت اور صلاحیتیں وغیرہ کی بھی قربانی شامل ہیں۔ جبکہ قربانی کی اصل روح تقویٰ اور اخلاص ہے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی فرمائی، کسی سال ترک نہیں فرمائی۔ جس عمل کو حضور ﷺ نے لگاتار کیا اور کسی سال بھی نہ چھوڑا ہو تو یہ اُس عمل کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے قربانی نہ کرنے والوں پر وعید ارشاد فرمائی۔ حدیث پاک میں بہت سی وعیدیں ملتی ہیں، مثلاً :آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ جو قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ علاوہ ازیں خود قرآن میں بعض آیات سے بھی قربانی کا وجوب ثابت ہے۔ جو لوگ حدیث پاک کے مخالف ہیں اور اس کو حجت نہیں مانتے، وہ قربانی کا انکار کرتے ہیں، ان سے جو لوگ متاثر ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ پیسے دے دیئے جائیں یا یتیم خانہ میں رقم دے دی جائے، یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ عمل کی ایک تو صورت ہوتی ہے، دوسری حقیقت ہے، قربانی کی صورت یہی ضروری ہے، اس کی بڑی مصلحتیں ہیں، اس کی حقیقت اخلاص ہے۔ آیت قرآنی سے بھی یہی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ قربانی کی بڑی فضیلتیں ہیں مسند احمد کی روایت میں ایک حدیث پاک ہے، حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قربانی تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: ہمارے لیے اس میں کیا ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا :اس کے ایک ایک بال کے عوض ایک نیکی ہے۔جانور کی اون کے متعلق فرمایا :اس کے ایک ایک بال کے عوض بھی ایک نیکی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں :رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قربانی کے دن اس سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں، قیامت کے دن قربانی کا جانور سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ لایا جائے گا اور خون کے زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں قبولیت کی سند لے لیتا ہے، اس لیے تم قربانی خوش دلی سے کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی قربانی ذبح ہوتے وقت موجود رہو، کیونکہ پہلا قطرہ خون گرنے سے پہلے انسان کی مغفرت ہوجاتی ہے۔

قربانی کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث ہیں، اس لیے اہل اسلام سے درخواست ہے کہ اس عبادت کو ہرگز ترک نہ کریں جو اسلام کے شعائر میں سے ہے۔ اور اس سلسلہ میں جن شرائط وآداب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اُنہیں اپنے سامنے رکھیں اور قربانی کا جانور خوب دیکھ بھال کر خریدیں۔

☆☆☆☆☆

انسان پیدائش سے موت تک جماعتی نظم کا محتاج ہے

معاشرتی استحکام الوہی قوانین پر عمل درآمد سے مشروط ہے

اسلام مساوات اور عدل و انصاف کا دین ہے

تحریم رفعت

انسان ہمیشہ سے مدنی الطبع رہا ہے اور اپنی فطرت میں پیدائش سے لے کر موت تک جماعتی زندگی کا محتاج ہے۔ معاشرے کا ہر فرد دوسرے فرد کی زندگی پر اثر انداز بھی ہوتا ہے اور ان سے متاثر بھی ہوتا ہے۔ معاشرتی استحکام اور بقا کا انحصار اللہ رب العزت کے وضع کردہ لافانی اور غیر متزلزل اصول و قوانین کی پیروی میں مضمر ہے، جہاں انسان اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ اصولوں سے منحرف ہو کر بزعم خود مختار بنا اور خود عدل و انصاف کرنا چاہا وہیں سے انسان کا زوال شروع ہو جاتا ہے اور تب نہ تو کوئی مستقل اصول باقی رہتا ہے اور نہ ہی عدل و انصاف و راستی معاشرے میں باقی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انصاف کے جو قوانین انسانیت کیلئے وضع کیے ہیں وہی قوانین اور ان کی من وعن پیروی ہی انسان کے گلشن ہستی کی ضمانت ہیں۔ ہم جب بھی اقوام عالم کی دستاویزات و دساتیر کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہر معاشرے میں جھوٹے امتیازات اور ظالمانہ مراعات کے صنم کدوں کے گرد درباری لوگ فرط محبت و عقیدت میں محو طواف نظر آتے ہیں۔ انسانی معاشرے کی بقا کا جو جامع نظریہ اسلام نے پیش کیا ہے دیگر مذاہب و ادیان عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں، ہادی برحق حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ اس اسلام کے عدل و انصاف کا کامل ترین نمونہ ہے جس کی نظیر دنیا کے قدیم و جدید دساتیر اور مجموعہ ہائے قوانین پیش نہیں کر سکتے۔

دین اسلام قیام امن عالم کا سب سے بڑا داعی ہے جس کی سب سے اہم کڑی عدل و انصاف کا پختہ اور واضح نظام قانون ہے۔ اسلام فقط مساوات کا ہی نہیں بلکہ عدل و انصاف کا بھی دین ہے۔ اسلامی عدل و انصاف کے قوانین کی نظر میں تمام ابن آدم شرف انسانی میں برابر ہیں خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب، جنس و زبان، رنگ و نسل اور قبیلہ و برادری سے کیوں نہ ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّواْ الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ إِنّ اللّٰهَ نِعِمّا يَعِظُكُم بِهِ إِنّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (النساء،۴: ۵۸)

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُنہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اَہل ہیں، اور جب تم لوگوں پر حکومت کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ کیا کرو (یا: اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو)۔ بے شک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، بے شک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (المائدہ،۵: ۴۲)

بیشک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَاللهِ عَلَىٰ مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ :اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ، وَمَا وَلُوْا.

(صحیح مسلم، کتاب الإمارة، رقم:۴۷۲۱)

انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے پاس دائیں طرف نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں اور گھر والوں اور جن کے نگران بنے تھے، ان میں انصاف کرتے تھے۔

صالح اور پرامن معاشرے کے قیام و استحکام کیلئے عدل و انصاف ہی وہ معیار اور پیمانہ ہے جس کی بدولت عالم انسانی کا نظام قائم ہے۔ اگر معاشرے سے عدل و انصاف مفقود ہو جائے یا عدل و انصاف کے تقاضوں کی صحیح معنوں میں تکمیل نہ کی جائے تو وہ معاشرہ پرامن نہیں رہتا اور ظلم و جبر اور درندگی کی بدولت اس کا استحکام بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ ایسا معاشرہ عدم توازن اور انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔

یہ عالمگیر صداقت ہے کہ عدل و انصاف ایسا عالی وصف ہے جسے اپنانے والی اقوام سرفراز ہوئی ہیں اور کنارہ کشی کرنے والی اقوام روبہ زوال ہو کر تباہی و بربادی سے دوچار ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی قوم یا معاشرے کا مجموعی مزاج عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق بن جائے تو پھر نہ صرف دنیا میں سرخرو اور عروج پر نظر آتی ہیں بلکہ آخرت میں بھی فلاح و کامیابی ان کا مقدر ہو سکتی ہے کیونکہ عدل و انصاف ہی ان کے استحکام اور بقا کا ضامن ہے۔

مشہور چینی فلسفی کنفیوشس کے مطابق اگر قوم کے پاس فقط تین چیزیں انصاف، معیشت اور دفاع ہو اور بامر مجبوری کسی چیز کو ترک کرنا پڑے تو دفاع اور معیشت کو ترک کر دینا چاہیے کیونکہ اگر اس قوم میں انصاف رائج ہوا تو افراد معاشرہ کو حکومت پر اعتماد ہوگا اور لوگ پیٹ پر پتھر باندھ کر بھی دشمن کا راستہ روک لیں گے۔

افراط و تفریط سے بچنا ہی عدل و انصاف ہے، چونچہ اسلام کے عطا کردہ عدل و انصاف کے نظام و قوانین انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی تمام پہلوؤں کو محیط ہیں، ان میں معاشی و معاشرتی، قانونی و مذہبی، سیاسی و سماجی الغرض ہر شعبہ ہائے زندگی میں اسلام اپنے پیروکاروں کو اعتدال کے ساتھ ہدایت و رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ افراد معاشرہ کے اقوال و افعال سمیت ہر نوع کا عدل انسانیت کیلئے فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ معاشرتی عدل و انصاف اس بات کا متقاضی ہے کہ ہر فرد کو اس کا حق ملے اور کسی کی بھی حق تلفی نہ ہو، عدل و انصاف کو ذاتی خواہش اور رشتہ دار و عزو اقارب کے جذبوں کی تسکین غرض سے پسند و ناپسند کے سانچے میں نہ ڈھالا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ اصول و قوانین کی پیروی کی جائے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عدل اجتماعی کا نکتہ کمال مساوات انسانی ہے یعنی افضلیت اور تعصب و عناد سے پاک اور تمام بنی نوع آدم کو برابری کی نظر سے دیکھنا ہے۔ یہ اسلام کا طرہ امتیاز ہے کہ تمام ابن آدم شرف انسانیت میں برابر ہیں، تمام اجسام انسانی مٹی سے بنے ہیں لہٰذا عدل و انصاف کا تقاضہ ہے کہ عربی و عجمی، آقا و غلام، مسلم و کافر کے درمیان امتیازی سلوک کی بجائے عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق اور تمام عالم انسانیت کیلئے جامع چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے۔

دریں اثنا اگر ہم پاکستان میں قیام عدل و انصاف اور فراہم عدل و انصاف کی بات کریں کہ یقیناً ہر حق شناس پر یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ وطن عزیز پاکستان میں عدل و انصاف ناپید ہوتا جا رہا ہے، یہاں عدل و انصاف امرا اور طاقتوروں کا غلام نظر آتا ہے، غریب اور مظلوم کے حصہ میں فقط ٹھوکریں اور در در کی گرد چھاننا لکھ دیا گیا ہے۔ یہاں طاقتوروں کیلئے تو ایوان عدل مقررہ اوقات کے علاوہ چھٹی کے دن بھی کھل جاتا ہے مگر مظلوم و محکوم اور غریب و لاچار کیلئے عام دنوں میں بھی عدل و انصاف پر تالے نظر آتے ہیں۔ یہاں پر میڈیا کے سامنے دن دھاڑے سینکڑوں لوگوں کو پولیس گردی کا نشانہ بناتے ہوئے تو دیکھا جا سکتا ہے مگر عدل و انصاف کا حصول تو دور کی بات کمزور اور مظلوم کی ایف آئی آر تک مقتدر

اداروں کی مداخلت کے بغیر درج نہیں کی جا سکتی، سانحہ ماڈل پاکستانی میں انسانی تاریخ کا وہ بدصورت اور دہشت ناک باب ہے جو حکومتی و سرکاری ایما پر سرکاری مشینری کو سرعام حرکت میں لاتے ہوئے پنجاب پولیس کو سرعام خواتین و نہتے لوگوں پر گولیاں برسائی گئیں اور انہیں شہید کیا گیا۔ جو نہ صرف موقعہ واردات پر موجود پاکستان کے میڈیا چینلز نے پوری دنیا کو دکھایا بلکہ اس خون کی ہولی کے دوران کم و بیش بارہ سے چودہ گھنٹے تک پاکستان کے تمام مقتدر ادارے اور اعلیٰ عدلیہ نے بھی دیکھا، مگر اپنی زبان پر تالے اور آنکھوں پر پٹی باندھ کر خاموش رہے، جہاں سوموٹو تو دور کی بات کسی نے اس واقعہ کو رکوانے کی کوشش تک نہ کی۔ بعدازاں اس کے خلاف قانونی کاروائی میں بھی تاحال کوئی حوصلہ افزاں خبر لواحقیق و پسماندگان سانحہ ماڈل ٹاؤن کو نہ مل سکی، جو اس بات کی شاہد ہے کہ چونکہ اس میں حاکمین وقت اور طاقتور ظالم حکمران خود شامل تھے لہٰذا انہیں ہر سطح پر تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے اور مظلوم لواحقین آج بھی انصاف کیلئے جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ظالم حکمرانوں نے نام نہاد آزاد عدلیہ اور مقتدر قومی اداروں سمیت ہر چیز کو طاقت اور پیسے کے بل بوتے پر اپنا زرخرید غلام بنا رکھا ہے۔

یہاں تہذیب بکتی ہے، یہاں فرمان بکتے ہیں

ذرا تُم دام تو بدلو، یہاں ایمان بکتے ہیں

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے بعد ان ظالم حکمرانوں نے حسب عادت سابق غریب اور مظلوم کے خون کی بولی لگائی تو غیور اور محبّ وطن لواحقین نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ ہمارے پیاروں کے خون کی بولی لگانے والوں جو قیمت تم نے لگائی ہے ہم اس سے دو گنا قیمت تمہیں آفر کرتے ہیں اور تم اپنے پیاروں کو ہمارے حوالے کر دو۔ پاکستانی تاریخ کی شاید یہ پہلی مثال ہوگی جب وطن کے غیور اور محبّ وطن افراد نے ظالم حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ڈنکے کی چوٹ پر اپنے لواحقین کے خون کا سودا نہیں کیا بلکہ انصاف کے حصول کیلئے جدوجہد جاری رکھنے کو ترجیح دی۔ ایک موقع پر اپنے رفقاء و کارکنان سے گفتگو کرتے ہوئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کہا تھا کہ اس دنیا میں ہر ایک قیمت مقرر ہے، کوئی سستا بکتا ہے تو کوئی مہنگا، کوئی نام و نمود اور شہرت کے لالچ میں بکتا ہے تو کوئی عہدہ و منصف کی ترقی کیلئے بکتا ہے۔ اگر اس دنیا میں کوئی چیز ناقابل خرید و فروخت ہے تو وہ فقط منہاج القرآن کے رفقا اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے غیور لواحقین ہیں، اگر یہ لوگ قارون کے خزانوں سمیت دنیا کے تمام خزانے پر لے کر آ جائیں تو حضور غوث الاعظم کے غلاموں کا جوتا تک نہیں خرید سکتے۔

سانحہ ماڈل کے شہداء کیلئے حصول انصاف کی یہ جدوجہد مختلف مراحل سے گزار رہی ہے، کوئی موڑ اور کوئی مرحلہ ایسا نہیں جہاں حکومتی اشاروں پر انصاف کی راہ میں رکاوٹیں نہ کھڑی کی جا رہی ہوں، ظالموں کو تحفظ نہ فراہم کیا جا رہا ہو، اور متعدد بار عدل و انصاف کے نظام کو معطل نہ کیا گیا ہو۔ موجودہ حکومت نے اقتدار سنبھالنے سے قبل مظلوم شہداء کے حق کیلئے آواز بلند کی اور بانگ دہل وعدے کیے تھے کہ وہ مظلوم کو انصاف دلوانے میں بھرپور کردار ادا کریں گے، سانحہ ماڈل ٹاؤن کا انصاف روز روشن کی طرح عیاں نظر آتا تھا مگر شاید اب ان کی آنکھوں پر بھی کرپٹ نظام عدل و انصاف کی گرد جم چکی ہے یا پھر یہ سب اقتدار تک پہنچے کی ایک سیڑھی تھی۔

مٹ جائے گی مخلوق تو انصاف کرو گے

منصف ہو تو اب حشر اٹھا کیوں نہیں دیتے

اس بات میں ذرا برابر شک نہیں کہ وطن عزیز پاکستان کو غیرت مند، بے باک، نڈر اور ہمہ اقسام لالچ سے پاک باکرار قیادت کی اشد ضرورت ہے، تب ہی وطن عزیز میں عدل و انصاف کا بول بالا ہوسکتا ہے اور عدلیہ حقیقی معنوں میں آزاد ہوسکتی ہے، تبھی مظلوم کو اس کا حق مل سکتا ہے اور ظالم قرار واقعی سزا کو پہنچ سکتے ہیں۔ معاشرتی قیام امن اور بقا کیلئے ضروری ہے کہ عدل و انصاف کی بنیاد اسلامی اصول و قوانین پر رکھی جائے اور اسے حقیقی معنی میں معاشرے میں رائج کیا جائے۔

☆☆☆☆☆

فنی تعلیم کے فروغ کا عالمی دن

پاکستان میں 70 لاکھ افراد بے روزگار ہیں

فنی تعلیم پر توجہ دینے والے ممالک کو معاشی استحکام نصیب ہوا

غربت کے خاتمے اور خوشحالی کیلئے فنی تعلیم کو عام کیا جائے

سعدیہ محمود

ہنر مند افراد کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ بلاشبہ تعلیم انسان کو شعور اور زندگی کے آدب سکھا کر معاشرے کا قابل فخر حصہ بنا دیتی ہے مگر انسان جب تک اس تعلیم اور شعور کو بروئے کار لاکر اپنے اندر کوئی فن یا ہنر پیدا نہیں کرتا تب تک وہ اپنا انفرادی، عائلی، سماجی اور قومی فرض صحیح سے ادا کرنے کے قابل نہیں ہوسکتا۔

15 جولائی ہر سال نوجوانوں میں فنی تعلیم کے فروغ کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس کا باقاعدہ آغاز 2014ء میں ہوا جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے نوجوانوں میں پیشہ وارانہ صلاحیتوں کے فروغ اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے 15 جولائی کو بطور عالمی دن برائے فروغ فنی تعلیم منانے کی قرارداد منظور کی۔

فنی تعلیم عصر حاضر میں کامیابی کی وہ کنجی ہے جو ایک قوم کا مستقبل اور حیثیت یکسر بدل سکتی ہے۔ تکنیکی تعلیم اور پیشہ وارانہ تربیت انسان کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو ابھار کر اسے معاشی طور پر ایک خود مختار اور مستحکم فرد بنا دیتی ہے جو اپنے لیے روزگار حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ملک اور قوم کی ترقی میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

آج دنیا کو درپیش بڑے چیلنجز میں سے ایک بے روزگاری ہے۔ ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کے افراد اس کا خاص طور پر شکار ہورہے ہیں جس کی ایک بڑی وجہ پیشہ وارانہ صلاحیتوں اور فنی تربیت کی کمی ہے۔ یہ دور ٹیکنالوجی کا دور ہے اور اس وقت وہی افراد اور اقوام کامیاب ہیں جنہوں نے بروقت ان جدید تقاضوں سے خود کو آراستہ کرلیا اور وقت کی رفتار کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔

جن ممالک نے عدم توجہی کے باعث اس دور کے ان تقاضوں کو فراموش کیا وہ آج بہت سے معاشی اور سماجی بحرانوں کا شکار ہیں۔ اگر صرف پاکستان کی بات کی جائے تو ورلڈ بینک کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں 2010ء سے بے روزگاری میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ آئی ایم ایف کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق 2021ء میں پاکستان میں بے روزگاری کی شرح میں 1.5 فیصد اضافہ ہوگا جس کی ملکی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔

مزید برآں مختلف بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے اعداد و شمار کے مطابق سال 2021ء میں پاکستان میں بے روزگار افراد کی تعداد 70 لاکھ سے تجاوز کرجائے گی اور اس میں سب سے زیادہ تناسب میں، تقریباً 12 فیصد، 21 سے 24 سال کے نوجوان ہوں گے۔

اس سب کے برعکس اگر اقوام عالم کی تاریخ اور ان کی موجودہ صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ جن اقوام نے تعلیم پر خصوصی توجہ دی وہ دنیا میں بہت جلد نمایاں حیثیت حاصل کرکے اقوام عالم میں صف اول میں شامل ہوگئیں اور بالخصوص نوجوانوں میں فنی تربیت اور صنعتی پیشہ وارانہ صلاحیتوں کو ترجیحی بنیادوں پر فروغ دینے والے ممالک کی معاشی ترقی میں گراں

قدر اضافہ ہوا اور ایسے ممالک ترقی پذیر سے ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں شامل ہوگئے۔ مثال کے طور پر جاپان، چین اور کوریا ایسے ممالک میں سرفہرست ہیں جن کے افراد فنی اور تکنیکی صلاحیتوں میں باقی ممالک سے بہت آگے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ ممالک تکنیکی میدان میں ہر شعبے میں چھائے ہوئے ہیں۔

تکنیکی تعلیم کو کسی بھی ملک کی ترقی کا ضامن قرار دیا جاتا ہے۔ جس ملک کے جتنے زیادہ افراد پیشہ وارانہ ہنر مندی کے حامل ہیں وہ ملک معاشی طور پر اتنا ہی زیادہ مستحکم اور مضبوط ہوتا ہے۔ اگر پاکستان کی صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو پاکستان میں فنی تعلیم کی شرح 4 سے 6 فیصد ہے جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں یہ شرح 66 فیصد تک پہنچ چکی ہے اور اس سے سب سے زیادہ نوجوان افراد وابستہ ہیں مگر پاکستان جیسے ملک میں جہاں آبادی کا ڈھائی کروڑ 17 سے 23 سال کی عمر کے نوجوان ہیں، فنی تعلیم کی شرح بمشکل 6 فیصد ہے۔ پاکستان میں ہر سال لاکھوں نوجوان ماسٹرز کی ڈگری مکمل کر کے فارغ التحصیل ہوتے ہیں مگر فنی تعلیم اور تربیت کی طرف حکومتی عدم توجہی کے سبب یہ نوجوان کوئی خاطر خواہ روزگار حاصل نہیں کر پاتے۔ تکنیکی ہنر مندی اور وسائل میں کمی کے باعث بہت کم افراد ایسے ہیں جو اپنے تئیں کوئی کاروبار شروع کر سکتے ہیں۔

ان عوامل کی وجہ سے ہماری نوجوان نسل جو کسی بھی ملک کی سب سے بڑی طاقت ہوتی ہے، مایوسی اور کم ہمتی کا شکار ہو کر اپنی تعلیم سے ہٹ کر کسی عام کام سے روزگار کمانے لگتے ہیں جو تعلیم یافتہ افراد کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے اور ملک بھی ان ثمرات سے محروم ہوجاتا ہے جو ان تعلیم یافتہ افراد سے ممکنہ طور پر مل سکتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ بہت سے نوجوان حالات سے تنگ آ کر اس طرح کی سرگرمیوں اور ایسے عناصر کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں جو ملک میں معاشرتی بگاڑ کا موجب بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر کرپشن، رشوت، ڈاکہ زنی، حتیٰ کہ دہشت گردی جیسے خطرناک جرائم میں ملوث ہوجاتے ہیں۔

اس کے علاوہ نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد روزگار کے لیے دوسرے ممالک کا رخ اختیار کر لیتی ہے جس سے ملک سے ذہن اور قابل افراد کا خلا شروع ہوجاتا ہے اور وہ قابلیت جس سے ملک کا نام روشن ہوسکتا تھا کسی اور ملک کی صنعت اور تجارت کو فروغ دینے کا کام کرنے لگتی ہے۔

موجودہ دور میں درپیش ان مسائل کا بہترین تدارک فنی تعلیم کا فروغ ہے جس کے لیے براہ راست ضروری ہے کہ صنعتی شعبے کو تعلیمی اداروں کے ساتھ براہ راست منسلک کیا جائے اور صنعت کاروں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ نئے فارغ التحصیل طلبہ اور طالبات کو تربیت کی غرض سے ایک مخصوص مدت کے لیے اپنی صنعتی سرگرمیوں میں شامل کیا جائے اور ان کو جدید پیشہ وارانہ تقاضوں کے عین مطابق مکمل تربیت فراہم کی جائے۔

اس سے نہ صرف صنعتوں کو فروغ حاصل ہوگا بلکہ ان کی افرادی قوت بھی بڑھے گی اور نوجوانوں کو روزگار کے بے شمار مواقع میسر آئیں گے جس سے بے روزگاری کی شرح میں نمایاں کمی ممکن ہے اور ان تمام اقدامات کا براہ راست اثر ملکی معیشت پر ہوگا اور ملک میں ترقی کا رجحان بڑھے گا۔

مزید برآں ڈپلومہ کورسز، مختصر دورانیہ کے ٹیکنیکل کورسز اور تربیتی ورکشاپ کا اہتمام ہر سطح پر بے حد ضروری ہے جس سے کم تعلیم یافتہ افراد بھی مستفید ہوکر اپنے لیے بہتر روزگار کے مواقع حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی حکومتی سطح پر تکنیکی بورڈ کا قیام اس وقت کی ناگزیر ضرورت ہے تاکہ موجودہ تعلیمی نصاب کو جدید دور کے رجحانات کے مطابق تبدیل کر کے ہر شعبہ تعلیم میں تجرباتی تعلیم اور فنی تربیت کے رجحان کو فروغ دیا جاسکے اور ہر طالب علم تعلیم مکمل ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے شعبے میں علمی طور پر مکمل مہارت کا حامل ہوسکے۔

کسی بھی ملک کا نوجوان طبقہ ذہانت صلاحیت اور قوت میں معاشرے کے باقی طبقات کی نسبت زیادہ آگے ہوتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی صلاحیتوں کو بروقت اور صحیح انداز سے بروئے کار لا کر ملک کی ترقی میں نوجوانوں کے کردار کو یقینی بنایا جائے اور نوجوان نسل کو عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید تعلیم اور تربیت سے آراستہ کیا جائے۔☆☆☆

دخترِ حوّاؑ

کلیجہ تھام اے واعِظ کچھ دیر باقی ہے قیامت کے آنے میں
دستارِ آدم حوّا نے رکھ لی ہے سر پہ اِس زمانے میں

آزادیِ نسواں کا مطلب یہ ہرگز نہیں قرآن شاہد ہے
دخترِ حوّا تیرا تقدس و حرمت ہے محفوظ، توقیرِ ردائے زہرا بچانے میں

گر اجازتِ سجدہ ہوتی تو دخترِ حوّا کرتی اپنے مجازی خدا کو
مگر مرد و زن تو ایک دوسرے کا لباس ہیں شریعت کے پیمانے میں

تو نے بے حجابی اور عدم حیائی میں کہا: ”میرا جسم میرا حق ہے“
محوِ حیرت ہوں کہ تجھے شرم تک نہ آئی دخترِ حوّا کہلانے میں

اِیوانِ دانش سے فقط اِک صدائے غیرت گونجی: SHUT UP بیٹی!
سب نکتہ سنج شناس بھیگی بلی بنے رنگ بھرتے رہے بے رنگ فسانے میں

کاش تیرے جسم پر تیرے ماں باپ کا بھی اُتنا حق ہوتا
جتنا قرآن نے تفویض کیا ہے انہیں سمجھانے میں

یہ درست ہے کہ شانہ بشانہ چلیں مرد و زن شریعت کی حد میں
تم تو کُھلے شانوں نکل پڑی ہو دخترِ حوّا سر عام آبرو لٹانے میں

پوچھا دیارِ غیر میں اکبر سے کہ دخترِ حوّا کا پردہ کہاں گیا
اکبر غیرتِ قومی سے غُرا کے مخاطب ہوا کہ مردوں کے عقل خانے میں

میں بھی وہاں موجود تھا غیرت سے آب آب ہونے کے بعد
چپکے سے لب کشا ہوا اور کہا: دفن ہوا غیرت کے آستانے میں

خدا کی قسم قانونِ فطرت ہے طائر بھی نہیں رکھتے کبھی بچے اپنے
ہوا کے دوش پر بجلیوں کی زد میں ننگے آشیانے میں

تقدسِ حرمتِ حوّا پامال ہوا ہے تیری دعوت بے راہ روی سے
شرم تیرے آباء کو مگر نہیں آئی سرِ بازار تیرے اِترانے میں

لرزاں ہوں کہ پھر اِک نئی دنیا نہ تخلیق ہو جائے شفقتؔ
حوّا آج پھر مصروف نظر آئی ہے آدم کو بہکانے میں

(محمد شفقتؔ اللہ قادری)

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

آپ رضی اللہ عنہا کو اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ سے بہت محبت تھی

آپ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم ﷺ کی سنتِ مبارکہ پر نہایت شدت سے عمل پیرا رہیں

ام المومنین کو حقوق العباد کی ادائیگی کی ہمیشہ فکر رہتی

سعدیہ کریم

تعارف:

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کا اصل نام رملہ تھا۔ ام حبیبہ ان کی کنیت تھی وہ حضرت ابوسفیانؓ کی بیٹی تھیں جو کئی سال تک مسلمانوں کے دشمن رہے اور جنگ و جدل میں مصروف رہے بالآخر فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔ ابو سفیان قریش کے نامور سردار تھے۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابو العاص بن امیہ تھا۔ وہ حضرت عثمان غنیؓ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت ام حبیبہ کے بھائی حضرت امیر معاویہؓ کا شمار کاتبین وحی میں ہوتا ہے۔

پیدائش:

حضرت ام حبیبہؓ، رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے 17 برس پہلے پیدا ہوئیں۔ (الاصابہ جلد۸،ص۸۴)

نسب:

آپ کا نسب یوں ہے۔ رملہ بنت ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف الاموئیہ۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۲،ص۹۱۲)

نکاح اول:

حضرت ام حبیبہ کا پہلا نکاح عبداللہ بن جحشؓ سے ہوا۔ (یہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ کے بھائی تھے)۔ اوائل اسلام میں ہی مسلمان ہوگئے تھے اور ان کی بیوی (رملہ) ام حبیبہ) نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا جبکہ ان کے والد ابوسفیان ابھی کافر ہی تھے اور مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے۔ ان کے ظلم وستم سے بچنے کے لیے وہ اپنے شوہر سمیت دیگر مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کرگئیں۔ ہجرت کے وقت وہ حاملہ تھیں۔ حبشہ میں ان کے ہاں ایک بیٹی کی ولادت ہوئی جس کا نام حبیبہ رکھا گیا، اسی بیٹی کی نسبت سے آپ کی کنیت ام حبیبہ ہے۔ حبشہ میں قیام کے دوران ان کا شوہر مرتد ہوکر عیسائی بن گیا۔ اس کے عیسائی بننے سے پہلے حضرت ام حبیبہؓ نے خواب میں اسے نہایت بری اور بگڑی ہوئی شکل میں دیکھا۔ اگلے ہی دن ان کو پتہ چل گیا کہ وہ عیسائی ہوگیا ہے۔ انہوں نے اپنے شوہر سے اپنا خواب ذکر کیا اور اسے دوبارہ اسلام کی دعوت دی مگر اس نے انکار کردیا اور شراب نوشی میں مصروف ہوگیا اسی حالت کفر میں حبشہ میں وہ مرگیا۔ (المستدرک، ج۴،ص۲۰)

حریم نبوت میں داخلہ:

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے نکاح کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر عبیداللہ بن جحش کا انتقال ہوا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھے کہہ رہا ہے۔ اے ام المومنین میں خواب میں ہی

چونک گئی پھر اس خواب کی تعبیر میں نے یہ سمجھی کہ ان شاء اللہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی زوجیت نصیب ہوگی۔

اس کے بعد جب میری عدت مکمل ہوئی تو شاہ حبشہ نجاشی کا ایک قاصد میرے گھر آیا وہ ایک باندی تھی جس کا نام (ابرہہ) تھا اس نے مجھے کہا کہ بادشاہ سلامت نے تمہارے لیے پیغام بھجوایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مکتوب آیا ہے کہ میں تمہارا نکاح ان سے کردوں۔ یہ سنتے ہی حضرت ام حبیبہ نے پیغام لانے والی باندی کو دعا دی اور اسی خوشی میں اپنے کنگن، پازیب اور انگوٹھی اتار کر اسے انعام کی صورت میں دے دی۔ بادشاہ کے پیغام کے مطابق انہوں نے اپنے رشتہ دار خالد بن سعید کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ شام کو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ سمیت حبشہ میں موجود تمام مسلمانوں کو بلوایا اور ان کی موجودگی میں توحید و رسالت کے اقرار پر مشتمل خطبہ پڑھا اور کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے پیغام بھیجا ہے کہ میں ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے ساتھ ان کا نکاح کرادوں تو میں نے ان کے حکم کے مطابق یہ نکاح کردیا ہے اور اس کا مہر چارسو دینار مقرر کیا ہے جو میں خود ادا کررہا ہوں۔

حضرت ام حبیبہؓ کے وکیل نے بھی خطبہ پڑھ کر اعلان کیا کہ میں نے ان کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کردیا ہے اللہ تعالیٰ اس نکاح میں برکت عطا فرمائے۔ اس کے بعد نجاشی نے کہا کہ انبیاء کرام کی یہ سنت ہے کہ ان کے نکاح کے بعد ولیمہ کا کھانا کھلایا جاتا ہے اور سب کے لیے کھانے کا انتظام کیا گیا یوں حضور اکرم ﷺ کا نکاح اور ولیمہ نجاشی نے کیا۔ نکاح سے اگلے دن نجاشی نے حضرت ام حبیبہؓ کو مختلف قسم کے عطریات اور جہیز کا سامان دے کر عزت و احترام کے ساتھ حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کے ہمراہ مدینہ طیبہ روانہ کیا۔ سردار قریش ابوسفیان کو جب اس نکاح کی خبر پہنچی تو اسے بہت مایوسی ہوئی اور حضور اکرم ﷺ کے بارے میں کہنے لگا کہ وہ جواں مرد ہیں، ان کی ناک نہیں کاٹی جاسکتی۔یعنی حضرت محمد ﷺ اونچی شان و اعلیٰ عزت کے مالک ہیں، ہم ان سے دشمنی کرکے ان کا نام نہیں مٹاسکتے۔ گویا اس نے دل ہی دل میں اپنی شکست تسلیم کرلی۔ نکاح کے وقت ام المومنین کی عمر 30 سال تھی اور یہ نکاح ۷ ہجری میں ہوا تھا۔ (طبقات ابن سعد)

مسند احمد کی روایت کے مطابق سیدہ کی عمر ۳۶۔ ۳۷ سال تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح مسلمانوں کے لیے بہت سے سیاسی و معاشرتی فوائد کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ دشمنان اسلام کی مخالفت کی شدت میں کمی آگئی اس نکاح کی برکت سے ابوسفیان حلقہ بگوش اسلام ہوگیا

وفات:

ایک راجح قول کے مطابق آپ سلام اللہ علیہا کا انتقال ۴۴ ہجری کو مدینہ طیبہ میں ہوا۔ وہ حضرت امیر معاویہؓ کا زمانہ خلافت تھا۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (الاستیعاب، ج۲،ص ۷۵۰)

اولاد:

عبیداللہ بن جحش سے ان کے دو بچے تھے۔ عبداللہ اور حبیبہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی آغوش میں تربیت پائی۔ رسول اللہ ﷺ سے ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

حضرت ام حبیبہؓ کی سیرت مطہرہ:

حضرت ام حبیبہؓ کو سیرت وصورت کی خوبصورتی عطا ہوئی تھی خود ان کے والد کا بیان ہے کہ

''میرے نزدیک عرب کی حسین تر اور جمیل تر عورت ام حبیبہ ہیں۔''

انہیں اسلام اور پیغمبر اسلام سے بہت محبت تھی اسی وجہ سے شوہر کے مرتد ہوجانے کے باوجود وہ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک

مرتبہ ان کا باپ ان سے ملنے آیا تو انہوں نے رسولﷺ خدا کے بستر کو لپیٹ دیا اور اپنے باپ کو اس پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے ہوئے فرمایا کہ

''یہ سرکار دو عالم کا بستر ہے اس پر مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔''

ابوسفیان غصے سے بولا کہ تو شر میں مبتلا ہوگئی ہے بیٹی نے جواب دیا کہ نہیں میں تو کفر کی ظلمت سے نکل کر اسلام کے نور اور ہدایت کی روشنی میں داخل ہوچکی ہوں۔ (طبقات ابن سعد)

آپؓ رسول اللہﷺ کی سنت پر نہایت شدت سے عمل کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتی تھیں۔ ایک دفعہ رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص ہر روز بارہ رکعات پڑھ لے جو نفل کے زمرے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔

حضرت ام حبیبہ نے اپنی پوری زندگی پھر ان بارہ رکعات کو کبھی نہیں چھوڑا۔ (صحیح مسلم)

اسی طرح جب ان کے والد کی وفات ہوئی تو انہوں نے صرف تین دن تک سوگ کیا پھر خوشبو منگوا کر استعمال کی اور فرمایا کہ مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں تھی صرف رسول اللہﷺ کے فرمان پر عمل کیا ہے جس میں آپﷺ نے فرمایا تھا کہ

''کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر سوگ کرے تین دن سے زیادہ، سوائے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ اور دس دن تک سوگ کرسکتی ہے۔'' (صحیح البخاری)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ کو رسول اللہﷺ سے جو محبت تھی وہ باپ کی محبت پر حاوی تھی۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کو حقوق العباد کی ادائیگی کی بھی بہت فکر رہتی تھی۔ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ میرے اور آپ کے درمیان سوکنوں والا تعلق تھا۔ اس بارے میں جو بھی کوتاہی ہوئی ہو اللہ تعالیٰ اس پر ہم سے درگزر فرمائے اور آپ بھی مجھے معاف فرما دیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میری طرف سے بھی سب معاف ہے اللہ تعالیٰ بھی آپ سے معافی و درگزر والا معاملہ فرمائے۔ یہ سن کر حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ عائشہ تم نے مجھے خوش کیا اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھے۔ اس کے بعد حضرت ام سلمہؓ کو بلایا اور ان کے ساتھ بھی یہی گفتگو فرمائی۔ (طبقات الکبریٰ)

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ فطرتاً نہایت نیک مزاج تھیں۔ سورہ الممتحنہ کی آیت نمبر ۷ کے بارے میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ وہ ان کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ . (الممتحنه، ٦٠ : ٧)

''اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تم میں اور ان لوگوں میں سے جن سے تمہاری عداوت ہے، دوستی کردے۔''

سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب سرکار دو عالمﷺ کا حضرت ام حبیبہؓ سے نکاح ہوا اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (طبقات ابن سعد، ج۸، ص ۹۹)

حضرت ام حبیبہؓ سے ۶۵ روایات منقول ہیں انہوں نے اپنی ساری زندگی اتباع و محبت رسولﷺ میں بسر فرمائی ان سے حدیث روایت کرنے والے بہت سے لوگ ہیں جن میں ان کی بیٹی حبیبہ، معاویہ اور عتبہ، عبداللہ بن عتبہ، ابوسفیان بن سعید ثقفی، سالم بن سواد، ابوالجراح، صفیہ بنت شیبہ، زینب بن ام سلمہؓ، عروہ بن زبیرؓ ابوصالح السمان اور شہر بن حوشب شامل ہیں۔

رسول اللہﷺ کے ساتھ حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح مسلمانوں کے لیے بہت سے سیاسی و معاشرتی فوائد کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ دشمنان اسلام کی مخالفت کی شدت میں کمی آ گئی اس نکاح کی برکت سے ابوسفیان حلقہ بگوش اسلام ہوگیا اور نتیجتاً لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہونے لگے۔

☆☆☆☆☆

گلدستہ

لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرو

صحت مند زندگی معتدل خوراک کی مرہون منت ہے

مرتب: حافظہ سحر عنبرین

اسلاف کے سنہری اقوال:

حضرت سفیان الثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

علم، عمل کے دروازے پر دستک دیتا ہے، اگر عمل کا دروازہ کھل جائے تو علم اندر داخل ہو جاتا ہے اگر کوئی جواب نہ آئے تو یہ(علم) واپس چلا جاتا ہے۔

اگر دنیا فنا ہونے والے سونے کی ہوتی اور آخرت لازوال ٹھیکرے کی، تو لازوال ٹھیکرے کو فانی سونے پر ترجیح دینا واجب ہوتا۔(مالک بن دینار رحمہ اللہ)

لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کیا کرو، ورنہ ان میں سے بعض کے لیے یہ بات فتنہ بن جائے گی! (سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

اے اللہ! تو نے مجھے اس اپنے کرم سے اسلام کی دولت سے نوازا حالانکہ میں نے اس کو بھی طلب بھی نہیں کیا تھا۔ اے اللہ! مجھے جنت الفردوس عطا کرنا،اے کریم جب کہ اب میں تجھ سے اسکا سوال بھی کر رہا ہوں۔(امام شافعیؒ)

بسا اوقات بدترین ماضی کے حامل بہترین مستقبل تشکیل دیتے ہیں"(سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ)

صحت مند زندگی گذاریں:

1۔نہار منہ ایک دیسی لہسن کی پھلی دو ٹکڑے کر کے پانی سے نگل لیں

2۔ناشتے میں دہی کا استعمال لازمی کریں

3۔ناشتے کے وقت ایک آملہ ایک سیب کا استعمال کریں

4۔گھی کی روٹی کی بجائے خشک روٹی استعمال کریں

5۔دن میں بارہ گلاس پانی پینا چاہیے۔

6۔ایک دن چھوڑ کر تخم ملنگہ اور اسپغول چھلکا کا استعمال کریں

7۔ادرک۔سونف۔دارچینی۔پودینہ۔چھوٹی الائچی

تمام چیزیں تھوڑی مقدار میں لیں۔زیادہ نہ لیں انکا قہوہ بنا کے ایک ایک کپ پیئں۔تھوڑی شکر اور آدھا لیموں ملا لیں۔ایک دن چھوڑ کر ایک دن استعمال کرنا چاہیے۔

8۔ روزانہ پانچ یا سات کھجوریں رات کو پانی میں ڈال دیں۔ صبح نہار منہ پانی پی لیں اور کھجوریں کھالیں .(درد یا عرق النساء والے کھجور استعمال نہ کریں)

9۔ رات کے وقت بھگو کے رکھے ہوئے 7 عدد بادام چھیل کر صبح کے وقت کھائیں

10۔ بوتل اور ڈبے والے جوسز ترک کر دیں۔ بہت نقصان دہ ہیں۔ان کی جگہ گھر میں فریش جوسز بنا کر استعمال کریں۔

11۔ روزانہ اپنے ہاتھ کی ہتھلیوں اور پاؤں کے تلووں پر تیل لگا کر سوئیں۔ یہ عمل بے شمار بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

12۔ تلاوت قرآن پاک، پانچ وقت نماز پابندی سے پڑھیں

اور جو تھوڑا سا وقت جب بھی ملے اللہ کا ذکر کریں۔

پیغام زندگی:

زندگی ایک کمزور ڈور کی مانند ہے جو کسی بھی وقت ٹوٹ سکتی ہے۔

جو مختصر گھڑیاں ہمیں نصیب ہیں کوشش کریں کہ انھیں اس انداز میں استعمال کریں کہ آپکی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں۔

بہت سے دکھ ہماری قسمت میں لکھے ہوتے ہیں وہ ہمیں ملنے ہوتے ہیں بعض سچائیاں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ چاہے ہمیں جتنی بھی ناگوار لگیں مگر ہمیں انہیں قبول کرنا پڑتا ہے۔

انسان ہر وقت خود پر ترس کھاتا رہے۔اپنی زندگی میں آنے والے دکھوں کے بارے میں سوچتا رہے تو وہ دکھ اس پر حاوی ہو جاتے ہیں پھر اگر اس کی زندگی میں خوشیاں آتی بھی ہیں تو وہ انہیں دیکھ نہیں پاتا سو ہمیشہ شکر گزار رہیے۔

کبھی یوں بھی کر کے دیکھیں کہ جو گزر گیا اسے بھول جائیں اور جو موجود ہے اس کی قدر کیجئے۔

اور جو آنے والا ہے اس کی اچھی امید رکھیئے، زندگی بہت خوبصورت ہو جائے گی ان شآء اللہ

جو آدمی وقت کی قدر کرتا ہے تو وقت بھی اس کی قدر کرتا ہے جس نے وقت کی قدر نہیں کی تو وقت نے بھی اسے برباد کردیا۔

پُروقار وقت ہمیشہ باقی رہے۔

خوشی جھونپڑی یا محل کی محتاج نہیں ہوتی، بلکہ یہ اللہ کریم کی وہ عطا ہے جو وہ اپنے خوش نصیب بندوں کو جس حال میں چاہے عطا کر دیتا ہے۔

گرمی دانوں کی وجوہات، علامات اور نجات:

وجوہات: گرمی کی شدت اور ہوا میں نمی کی زیادتی سے پسینہ زیادہ آتا ہے اور اگر یہ پسینہ جلدی سوکھ نہ جائے تو اپنی تیزابیت کی وجہ سے جلد کو نقصان پہنچاتا ہے اور جلد میں پسینہ پیدا کرنے والے غدود کی نالیوں میں رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے کبھی وہ پھٹ بھی جاتی ہیں۔جسم پر میل کچیل کے جمنے سے ان نالیوں کے منہ کی بندش کے نتیجہ میں دانے نکلتے ہیں گرمی میں نکلنے والا ہر دانہ پسینہ نکالنے والی ایک نالی کے منہ کی رکاوٹ کا مظہر ہے۔

علامات: چھوٹے چھوٹے ان گنت دانے، جو جلد کی سرخی، خارش اور جلن کا باعث بنتے ہیں اور کپڑوں کی رگڑ سے ان میں مزید اضافہ ہوتاہے۔ چھوٹے بچوں میں چہرہ، گردن، ہاتھوں اور ٹانگوں میں زیادہ دانے نکلتے ہیں جو بچوں کو اضطراب میں مبتلا کردیتے ہیں۔ موسم خوشگوار ہو یا بارش ہوجائے تو دانوں کی تعداد اور علامات میں کمی آجاتی ہے۔

گرمی دانوں سے نجات کے ٹوٹکے:

پسینہ کو خشک کرنے کیلئے سوتی ، ہلکے رنگ اور ڈھیلے ڈھالے لباس زیب تن کریں۔

ایسے انتظامات کریں کہ پسینہ کم سے کم آئے اور پسینہ کو جلد از جلد خشک کرنے کی کوشش کریں۔

گرمی دانوں کا پاؤڈر لگائیں اس پاؤڈر سے ٹھنڈک کا احساس اور پسینہ جلد خشک ہوجاتا ہے۔

گرمی دانوں کے لئے وٹامن سی کی گولیاں وقتی آرام کے لئے بہترین ہیں ۔

پھلوں کے سرکہ میں تھوڑا سا پانی ملاکر گرمی دانوں پر لگانے سے فوری آرام آتا ہے۔دن میں ایک سے دو مرتبہ لگائیں۔

میٹھے انار کا جوس اور نہار منہ تربوز کھانا گرمی دانوں سے نجات کے لئے مفید ہیں۔

خواتین اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگائیں اس سے ٹھنڈک کا احساس اور جلن دور ہوگی۔

☆☆☆☆☆

آپ کی صحت

بیج اور ان کے غذائی فوائد

کدو، تل، السی، سورج مکھی کے بیج انسانی صحت کیلئے انتہائی مفید ہیں

مزاج کو خوشگوار بنانے کیلئے سورج مکھی کے بیج استعمال کئے جائیں

ویشاء وحید

پچھلے کچھ سالوں کے موازنے میں اگر اب اشیائے خردونوش کی دکانوں میں خریدی جانے والی اشیاء کا اعداد و شمار نکالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عوام میں بیجوں کی خریداری کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ ان بیجوں کے فوائد اور طریقہ استعمال پر بات کرتے ہیں۔ یہ تمام بیج، میوہ جات کا بہترین نعم البدل بھی ہیں اور یہ قیمت میں بھی کم ہیں۔ یہ تمام بیج سوپ، سینڈوچ، سمودھی، سیلڈ، دلیہ وغیرہ میں استعمال کرسکتے ہیں اور اس کے علاوہ ان میں سے کچھ پانی کے ساتھ بھی استعمال کرسکتے ہیں۔

یہ تین وجوہات سے ہمارے لیے نہایت صحت افزاء ہیں۔ ایک تو یہ ہمیں پروٹین دیتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ان میں ریشہ یعنی فائبر موجود ہوتا ہے تیسرا ان میں اومیگا 3 فیٹی ایسڈ موجود ہوتے ہیں اور یہ تمام اجزاء آنتوں اور معدے کی صحت کے لیے بہترین ہیں اور ہماری 80% قوت مدافعت صحت مند آنتوں کی بدولت ہوتی ہے۔

۱۔کدو کے بیج (Pumpkin Seeds):

ان کو مختلف کھانوں میں استعمال کرنے کے علاوہ روسٹ کرکے بھی کھاسکتے ہیں۔ کدو کے بیجوں میں آئرن، کوپر، زنک، وٹامن k موجود ہوتا ہے۔ زنک ہماری قوت مدافعت کو بڑھانے میں بھی اہم قرار ہے اور آئرن ہماری کمزوری کو دور کرنے کے لیے بھی مفید ہے اس کے علاوہ ان میں Magnesium بھی موجود ہے جو نیند کو بہتر کرنے کے لیے انتہائی کارآمد ہے۔ اس کے علاوہ دل، ہڈیوں اور بلڈ پریشر کے لیے بھی فائدہ مند ہے۔

۲۔تل (Seaseme Seeds):

یہ ہمارے اندر ٹرائگلسر ائڈ (Triglyceriade) کو کم کرنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ ٹرائیگلسر ائڈ کی بڑھتی مقدار ہمارے دل کے لیے مضر صحت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ان میں Vitamin B1,3,9 موجود ہوتا ہے جو ہمارے بال، جلد اور آنکھوں کے لیے انتہائی مفید ہے۔

۳۔السی کے بیج (Flax seeds):

السی کے بیج وزن کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان میں Lignins موجود ہوتے ہیں جو کہ ایک طرف کولیسٹرول کم کرتے ہیں اور کچھ کینسرز کے خلاف بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

۵۔سورج مکھی کے بیج (Sunflower Seeds):

ان بیجوں میں ایسے جزو موجود ہیں جو آپ کا موڈ بہتر رکھنے میں کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بیج دل کی صحت اور کولیسٹرول کو متوازن رکھنے میں بھی مفید ہیں۔

ان تمام مندرجہ بالا تحریر کیے بیجوں میں سے کسی ایک کا بھی استعمال پورے دن کے Omega3 Fatty acids کی مقدار کو پورا کرنے کے لیے کافی ہے۔ 1 کھانے کے چمچ سے زیادہ ایک دن میں استعمال نہ کریں اور ایک وقت میں یا ایک دن میں کسی ایک ہی بیج کا استعمال کریں۔☆☆

روحانی وظائف

نافرمان اولاد کی اصلاح کا وظیفہ: یَا شَہِیْدُ

فوائد و تاثیرات:

اس وظیفہ کا ورد کرنے والا اگر نافرمان بیٹے یا غیر صالح بیٹی پر دم کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو صالح بنا دیتا ہے۔

عام معمول: اوّل و آخر۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (۱۰۰) مرتبہ روزانہ کریں۔

- اس وظیفہ کو حسب ضرورت ۱۱ دن، ۴۰ دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

گمشدہ اشیاء کی بازیابی کا وظیفہ: یَا حَقُّ

فوائد و تاثیرات:

اس وظیفہ کی برکت سے گمشدہ مال و اسباب مل جاتے ہیں۔ قیدی پڑھے تو قید سے نجات مل جاتی ہے۔ وظیفے کا ورد کرنے والے کو حق بات کہنے کی توفیق مل جاتی ہے اور وہ حق و باطل میں تمیز کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مخفی راز پر اسے مطلع کرتا ہے۔ درج ذیل الفاظ کے ساتھ ذکر کرنے سے فقر سے نجات ملتی ہے اور مہماتی امور میں آسانی نصیب ہوتی ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ۔

- روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ پڑھنے سے طبیعت کی اصلاح ہو جاتی ہے اور اخلاق اچھے ہو جاتے ہیں۔

عام معمول: اوّل و آخر۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (۱۰۰) مرتبہ روزانہ کریں۔

- اس وظیفہ کو حسب ضرورت ۱۱ دن، ۴۰ دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

خطرات سے نجات و رفعِ خوف کا وظیفہ: یَا وَکِیْلُ

فوائد و تاثیرات:

اس وظیفے کا ورد کرنے والے کو بجلی گرنے، طوفان، بادوباراں، پانی اور آگ وغیرہ کا خوف ہو تو اس اسم کی برکت سے وہ خوف دور ہو جاتا ہے، کسی خطرناک جگہ پر کثرت سے پڑھنا خوف سے نجات کا موجب بنتا ہے، اس کی برکت سے دل پر اللہ کی طرف سے سکینہ کا نزول ہوتا ہے اور مہمات میں ہر قسم کے شر سے نجات کے غیبی سامان مہیا ہو جاتے ہیں۔ اس اسم کو الحکیم کے ساتھ ملا کر اس طریقے سے بھی پڑھ سکتے ہیں یَا وَکِیْلُ یَا حَکِیْمُ اس میں اسم اعظم کی تاثیر بھی پائی جاتی ہے۔

عام معمول: اوّل و آخر۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (۱۰۰) مرتبہ روزانہ کریں۔

- اس وظیفہ کو حسب ضرورت ۱۱ دن، ۴۰ دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

(الفیوضات المحمدیہ، ص۳۱۲، ۳۱۳) ☆☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر نوشابہ حمید عزم و استقامت کا پیکر تھیں

گذشتہ ماہ 21 جون 2021ء کو تحریک منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی رہنما ڈاکٹر نوشابہ حمید قضائے الٰہی سے اس دار فانی سے کوچ فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ان کے وفات کے دکھ و کرب کو ساری تحریک محسوس کررہی ہے۔ ان کا کردار ہر اعتبار سے مثالی تھا۔ مرحومہ نے اپنی زندگی کے شب و روز اصلاح احوال امت اور خدمت دین کے لیے وقف کررکھے تھے۔ وہ محبت، پیار اور شفقت کی پیکر تھیں۔ بڑی ملنسار اور خوش اخلاق تھیں۔ ویمن لیگ کی ہر محاذ پر حوصلہ افزائی فرماتیں۔ ان کی کمی تحریک منہاج القرآن بالخصوص ویمن لیگ ہمیشہ محسوس کرتی رہے گی۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا محترمہ نوشابہ حمید کے انتقال پر اظہار افسوس

قائد تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی رہنما ڈاکٹر نوشابہ حمید کے انتقال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ مرحومہ منہاج القرآن کی دیرینہ رفیقہ تھیں جنہوں نے کم و بیش چالیس سالہ تحریکی زندگی میں مشن کی عظیم خدمت کی۔ ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بخشش فرمائے، لواحقین کو صبر جمیل دے۔

محترمہ رفعت جبیں قادری کا اظہار تعزیت

سرپرست منہاج القرآن ویمن لیگ محترمہ رفعت جبیں قادری نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر نوشابہ حمید منہاج القرآن ویمن لیگ کی بانی ارکان اور مصطفوی مشن کا اہم سرمایہ تھیں۔ آپ 80ء کی دہائی میں سمن آباد میں تحریک سے منسلک ہوئیں اور منہاج القرآن ویمن لیگ لاہور کی پہلی کنوینئر بعد ازاں پہلی صدر کی ذمہ داری پر فائز ہوئیں اور لاہور کے دور دراز علاقوں کے وزٹ کرکے سینکڑوں خواتین تک تبلیغ کا فریضہ ادا کیا اور ہر سطح پر مالی قربانیوں میں صف اول میں شامل رہیں۔ آپ نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں مشن کی عظیم خدمت کی اور ہر محاذ پر استقامت کے ساتھ ڈٹی رہیں۔ اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، ممبر سپریم کونسل منہاج القرآن محترمہ ڈاکٹر غزالہ حسن قادری، محترمہ فضہ حسین قادری، خرم نواز گنڈا پور، بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان، رفیق نجم، جی ایم ملک، نوراللہ صدیقی، حافظ غلام فرید، اشتیاق حنیف مغل، مظہر علوی، عرفان یوسف، فرح ناز صاحبہ، سدرہ کرامت صاحبہ اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی جملہ مرکزی سینئر عہدیداران سمیت تحریک منہاج القرآن ویمن لیگ اور پاکستان کے مرکزی صوبائی، ضلعی قائدین نے ڈاکٹر نوشابہ حمید کے انتقال پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے سوگوار خاندان کے صبر جمیل اور ڈاکٹر نوشابہ حمید کی بخشش و مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا کی۔ مرحومہ کی نماز جنازہ صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے پڑھائی۔ نماز جنازہ جامع شیخ الاسلام ماڈل ٹاؤن میں ادا کی گئی۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہر لحہ ان کے درجات میں بلندی کے سلسلہ کو جاری رکھیں۔ ان کو صدیقین، شہداء اور مومنین کی صف میں رکھے۔ آمین

☆☆☆☆☆

پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام شہدائے ماڈل ٹاؤن کی 7 ویں برسی کے موقع پر انصاف کی فراہمی کیلئے ملک گیر احتجاجی ریلیاں

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ڈاکٹر نوشابہ حمید عزم و استقامت کا پیکر تھیں

گذشتہ ماہ 21 جون 2021ء کو تحریک منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی رہنما ڈاکٹر نوشابہ حمید قضائے الٰہی سے اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئیں۔

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
JULY-2021
LAHORE
Regd CPL No.45

Minhaj University Lahore

Chartered by Government of Punjab
Recognized by the HEC in W3 Category
Accredited by PEC

ADMISSIONS OPEN FALL 2021

100% Online Ready University

Admission Office is Open 7 Days a Week

MORNING & WEEKEND PROGRAMS

ADP I Undergraduate I Postgraduate I Ph.D

ADP Programs — MORNING

- Computer Science
- Computer Networking
- Web Design and Development
- Double Math & Physics
- Botany, Zoology & Chemistry
- Islamic Banking and Finance
- Human Resource Management
- Business Administration
- Accounting and Finance
- Commerce
- Mass Communication
- Education
- Arts
- English

BS Programs — MORNING

- Chemical Engineering
- Software Engineering
- Information Technology
- Computer Science
- Data Science
- Artificial Intelligence
- Cyber Security
- Food Science & Technology
- Human Nutrition and Dietetics
- Medical Lab Technology
- Biochemistry
- Mass Communication
- Library & Information Science
- English
- Urdu
- Chemistry
- Physics
- Botany
- Zoology
- Political Science
- Sociology
- International Relations
- Mathematics
- Statistics
- Economics
- Accounting & Finance
- B.Com (4 Years)
- BBA
- Islamic Banking & Finance
- Education
- History
- Pak Studies
- Peace and Conflict Studies

MS/M.Phil/MBA Programs — WEEKEND

- Computer Science
- Food Science & Technology
- Biochemistry
- Clinical Nutrition
- Mass Communication
- Library & Information Science
- English (Linguistics)
- English (Literature)
- Urdu
- Chemistry
- Physics
- Botany
- Zoology
- Political Science
- Sociology
- International Relations
- Mathematics
- Statistics
- Economics
- Accounting & Finance
- Theology & Religious Studies
- Peace & Counter Terrorism Studies
- Management Sciences
- MBA (Professional)
- MBA (Executive)
- Islamic Banking & Finance
- Education
- History
- Pak Studies
- Criminology & Criminal Justice System

Post Graduate Diploma

- Halal Standards and Management Systems
- Peace & Counter-Terrorism Studies

Ph.D Programs — WEEKEND

- Library & Information Science
- International Relations
- Political Science
- Economics
- Mathematics
- Education
- Urdu

APPLY ONLINE https://admission.mul.edu.pk/

Scan QR Code

Main Campus, Madar-e-Millat Road, Near Hamdard Chowk, Township, Lahore

Universal Access Number (UAN)
03 111 222 685
042 35145621-4 Ext # 320, 321

www.mul.edu.pk
admission@mul.edu.pk
MinhajUniversityLahore
officialMUL